عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۲۰ | ۲۴ تا ۳۰ شوال ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹ تا ۲۵ جنوری ۲۰۰۱ء | شمارہ نمبر ۳۵

Email:webmaster@khatme-nubuwwat.org
http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

قادیانیت دہشت گرد تنظیم

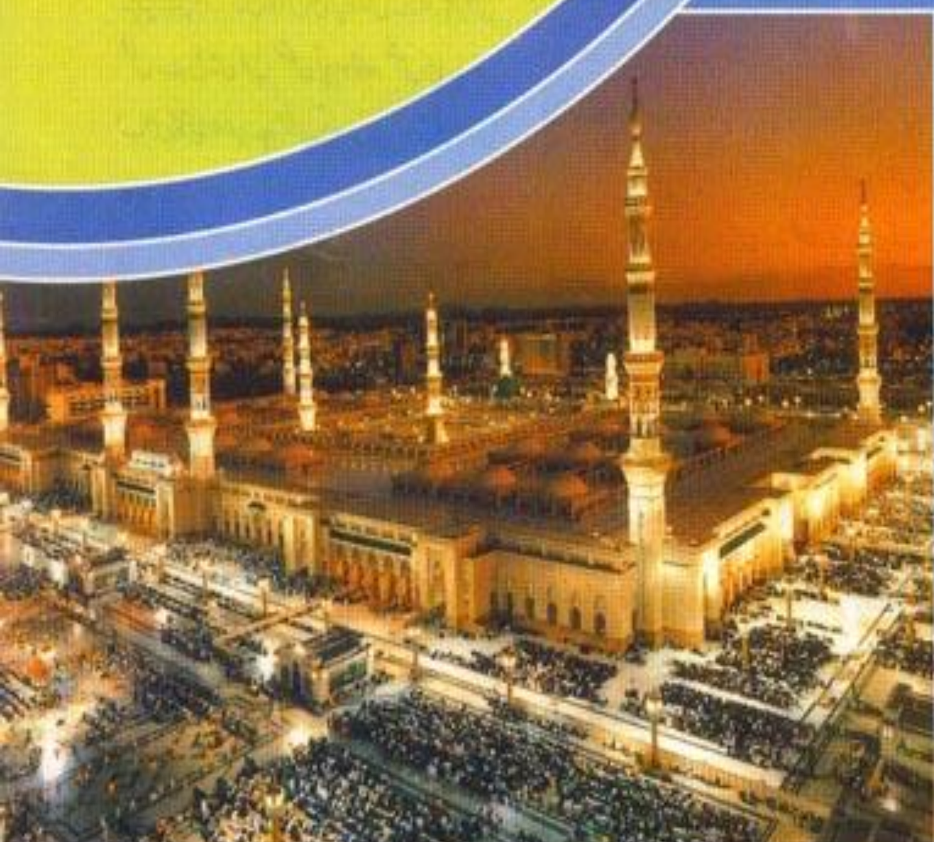

محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوّت کا تحفظ

مقصدِ اُمّت

خلاصۂ دین

چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی کا اصل روپ

غیر مسلم حکومت میں مسلم اقلیت کا کردار

قیمت: ۵ روپے

بینک کے ذریعہ قربانی کروانا :

س..... میں اور میری بیوی کا حج پر جانا ہوا حج سے پہلے ہم نے قربانی کے پیسے وہاں کے بینک میں جمع کروا دیئے تاکہ اس دن مذبح خانہ جانے کی پریشانی نہ ہو لیکن یہاں آکر میرے بھائی نے بتلایا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس بنا پر میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا یہ عمل ٹھیک ہے یا نہیں اگر نہیں تو اس کی کیا دلیل ہے اور پھر اس عمل سے حج میں کوئی نقص آیا ہوگا وہ نقص کیا ہے اور اب اس کا کیا تاوان ہے جس کی وجہ سے وہ غلطی پوری ہو جائے؟

ج..... جس شخص کا حج تمتع یا قران کا ہو اس کے ذمہ قربانی واجب ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ پہلے قربانی کی جائے اسکے بعد حلق کرایا جائے۔ اگر قربانی سے پہلے حلق کرالیا تو دم واجب ہوگا۔ آپ نے بینک میں جو رقم جمع کرائی آپ کو کچھ معلوم نہیں کہ آپ کے نام کی قربانی ہو جانے کے بعد آپ نے حلق کرایا یا پہلے کرالیا' اس لئے آپ کے ذمہ احتیاطاً دم لازم ہے۔

س..... اکثر حج کے دنوں میں دیکھا گیا ہے کہ حاجی حضرات وہاں کے بینک میں قربانی کی رقم جمع کراتے ہیں اور پھر دسویں ذوالحجہ کو رمی کے بعد فوراً حلق کر کے احرام اتار لیتے ہیں حالانکہ بینک والے قربانی بے ترتیب اور بغیر حساب کے مسلسل تین دن تک کرتے ہیں' جس میں کوئی معلوم نہیں کہ پہلے کس کی قربانی ہوگی تاکہ اس اعتبار سے حلال ہو' پوچھنا یہ ہے کہ حاجیوں کا یہ عمل کیسا ہے؟ کیا یہ لوگ بغیر قربانی کے احرام اتار سکتے ہیں یا نہیں اور مسنون اور واجب طریقہ کیا ہے؟

ج..... جس شخص کا حج تمتع یا قران ہو اس پر قربانی واجب ہے اور اس قربانی کا حلق سے پہلے کرنا واجب ہے اگر حلق کرالیا اور قربانی نہیں کی تو دم لازم آئے گا جو لوگ بینک میں قربانی کی رقم جمع کراتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ بینک والوں سے وقت کا تعین کرالیں اور پھر قربانی کے دن قربان گاہ پر اپنا آدمی بھیج کر اپنے نام کی قربانی کو ذبح کرلیں اس کے بعد حلق کرائیں۔ جب تک کسی حاجی کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی قربانی ہو چکی ہے یا نہیں اس وقت تک اس کا حلق کرنا جائز نہیں ورنہ دم لازم آئے گا' اس لئے یا تو اس طریقہ پر عمل کیا جائے جو میں نے لکھا ہے یا پھر بینک میں رقم جمع ہی نہ کرائی جائے بلکہ اپنے طور پر قربانی کا انتظام کیا جائے۔

ایک قربانی پر دو دعویٰ کریں تو پہلے خریدنے والے کی شمار ہوگی :

س..... پچھلے سال حج کے دوران میرے دوست نے قربانی کے لئے وہاں موجود قصائی کو رقم ادا کی۔ جب جانور ذبح ہو گیا اور میرے دوست نے اس میں کچھ گوشت نکالنا چاہا تو وہاں کچھ لوگ آگئے اور انہوں نے کہا کہ یہ جانور تو ہمارا ہے اور ہم نے قصائی کو اس کی رقم ادا کی ہے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ قصائی نے دونوں پارٹیوں سے الگ الگ پیسے لئے اور ایک ہی جانور ذبح کر دیا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ آیا میرے دوست کی قربانی کا فرض ادا ہو گیا یا اسے دوبارہ کرنی پڑے گی؟

ج..... چونکہ اس قصائی نے دوسری پارٹی سے پہلے سودا کیا تھا اس لئے وہ جانور ان کا تھا پتہ چلنے پر آپ کے دوست کو اپنی رقم واپس لے کر دوسرا جانور خرید کر ذبح کرنا چاہئے تھا بہر حال قربانی ان کے ذمہ باقی ہے اور چونکہ انہوں نے قربانی سے پہلے احرام اتار دیا اس لئے ایک دم اس کا بھی ان کے ذمہ لازم آیا۔ اب دو قربانیاں کریں۔ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جبکہ ان کا احرام تمتع یا قران ہو اور اگر حج مفرد کا احرام تھا تو ان کے ذمہ کوئی چیز بھی واجب نہیں۔

حاجی کس قربانی کا گوشت کھا سکتا ہے :

س..... گزارش یہ ہے کہ جو لوگ حج و عمرہ کرتے ہیں' ان کو ایک قربانی کرنی ہوتی ہے جو کہ دم کہلاتا ہے۔ اور ۱۰ ذوالحجہ کو جو عام لوگ قربانی کرتے ہیں وہ سنت ابراہیم (علیہ السلام) کہلاتا ہے۔ اب دریافت کرنا ہے کہ دم کا گوشت سوائے مساکین کے اہل ثروت کو کھانا منع ہے؟ لیکن مکہ مکرمہ میں قریب قریب سب حاجی صاحبان یہی گوشت کھاتے ہیں۔ مجھے اس میں کافی تردد ہے۔ اس کا حل کیا ہوگا؟

ج..... حج تمتع یا حج قران کرنے والا ایک ہی سفر میں حج و عمرہ ادا کرنے کی بنا پر جو قربانی کرتا ہے اسے دم "شکر" کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم بھی عام قربانی جیسا ہے اسے خود قربانی کرنے والا امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں۔ البتہ جن لوگوں پر حج و عمرہ میں کوئی جنایت (غلطی) کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوتا ہے وہ دم "جبر" کہلاتا ہے۔ اس کا فقراء و مساکین میں صدقہ کرنا ضروری ہے۔ مالدار لوگ اور دم دینے والا خود اس کو نہیں کھا سکتے۔

قربانی کے حصے دار

پوری گائے دو حصہ دار بھی کر سکتے ہیں :

س..... گائے دو حصہ دار بھی کر سکتے ہیں یا سات حصہ دار ہونا ضروری ہے؟

ج..... دو تین حصہ دار بھی کر سکتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کا حصہ ایک سے کم نہ ہو یعنی حصے پورے ہونے چاہئیں مثلاً ایک کے تین دوسرے کے چار یا ایک کا ایک دوسرے کا چھ۔

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

ہفت روزہ ختم نبوۃ

۲۴ تا ۳۰ شوال ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹ تا ۲۵ جنوری ۲۰۰۱ء

جلد: ۱۹ شمارہ: ۳۵

سرپرست اعلیٰ: حضرت مولانا خان محمد

سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مفتی محمد جمیل خان

مدیر: مولانا اللہ وسایا

☆ بیادگار ☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت:

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر
مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا سعید احمد جلال پوری، علامہ احمد میاں حمادی
مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

☆..........☆..........☆

سرکولیشن منیجر: محمد انور، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

زر تعاون بیرون ملک
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات
بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۶۰ ڈالر
زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ ۶ روپے سالانہ ۲۵۰ روپے
ششماہی ۱۲۵ روپے
چیک ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
نیشنل بینک پرانی نمائش اکاؤنٹ ۹۹۵
کراچی (پاکستان) ارسال کریں

اس شمارے میں

توہین رسالت قانون کے خلاف گوہر شاہی لوہان کے حواریوں کی احتجاجی مہم (اداریہ) 4
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تحفظ مقصد امت (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی) 6
قادیانیت! دہشت گرد تنظیم .... (ڈاکٹر دین محمد فریدی) 13
چودھری ظفر اللہ خان قادیانی کا اصل روپ .... (م-ب- سابق قادیانی) 15
غیر مسلم حکومت میں مسلم اقلیت کا کردار .... (مولانا سید وصی مظہر ندوی) 20
اختر حسین رانا کا قبول اسلام .... (حافظ محمد حنیف ندیم) 24

لندن آفس
35 Stockwell Green,
London. SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان
فون ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون ۷۸۰۳۳۷ فیکس ۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M. A. Jinnah Road, Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہ حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ختم نبوۃ

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توہین رسالت قانون کے خلاف

گوہر شاہی اور ان کے حواریوں کی احتجاجی مہم

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس رسالت کا مسئلہ آیا یا عقیدۂ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی گئی یا نزول امام مہدی، مسیح موعود وغیرہ کی آڑ میں قوم کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی، اس نے کسی رو و رعایت کے بغیر اس فتنہ کا تعاقب کیا اور اس کے سدباب تک اپنی جدوجہد کو جاری رکھا۔ اس سلسلے میں اس کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس نے تمام مکاتب فکر اور مسالک کے رہنماؤں کو اپنے پلیٹ فارم پر جمع کیا اور ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان تحریکات کے نتیجے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری ہوا اور آئین میں 295-A,295-C وغیرہ کا اضافہ کیا گیا۔ توہین رسالت قانون منظور ہوا جس کے تحت ہر اس شخص کے لئے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جس پیغمبر یا نبی کی توہین کرے اور یہ توہین ثابت ہو جائے تو اس کو سزائے موت دی جائے گی۔ اس قانون کی منظوری سے امید تھی کہ قادیانیوں یا گمراہ قوتوں کی جانب سے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر حضرات انبیا کرام علیہم السلام خصوصاً نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جاتی ہے یا مسیح موعود بن کر یا امام مہدی بن کر جھوٹا دعویٰ کیا جاتا ہے، اس کا سدباب ہوگا لیکن بدقسمتی سے پاکستان کی حکومت نے یہ قانون دباؤ میں آکر منظور تو کر لیا مگر اس پر عمل درآمد کے سلسلے میں سنجیدگی سے کام نہیں کیا، اس لئے پہلے مرحلہ پر قادیانیوں نے اس قانون کی خلاف ورزی کرنے کی کوشش کی جس پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کو قانونی ذرائع سے روکنے کی کوشش کی، جب آئینی ذرائع نے قانون کی مدد کرنے سے انکار کر دیا تو مجبوراً مسلمانوں کو بعض مقامات پر آگے آنا پڑا۔ کوئٹہ وغیرہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے بلوچستان میں اس پر قدغن لگائی جس پر اگرچہ مرزا طاہر سے لے کر ایک ادنیٰ قادیانی تک پوری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہے، مگر قادیانیوں کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا تصور پاکستان میں کریں گے تو ان کو زندہ رہنے نہیں دیا جائے گا۔ پاکستان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لئے بنا تھا اگر اس ملک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر حملہ ہوا تو ہزاروں پاکستان اس پر قربان کئے جا سکتے ہیں۔ قادیانیوں نے اس صورت حال کے پیش نظر عیسائیوں، ہندوؤں اور دیگر اقلیتوں کو توہین رسالت پر ابھارنا شروع کر دیا اور ان لوگوں نے توہین رسالت قانون کے خلاف مہم چلائی۔ یعنی چوڑے چماروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مشتمل پمفلٹ بعض مقامات پر چپکائے اور رنگے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ عدالت نے جرم ثابت ہونے پر پھانسی کی سزا سنائی جس پر عیسائیوں کو موقع مل گیا کہ وہ احتجاج کریں۔ اقلیتوں نے مہم چلائی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کے خلاف آواز بلند کی۔ بے نظیر کی حکومت تھی اس نے عندیہ دیا کہ قانون توہین رسالت میں تبدیلی کی جائے گی، جس پر پوری قوم سراپا احتجاج بن گئی۔ امریکہ، مغرب کے کہنے پر ان چوڑوں کو راتوں رات جرمنی بھجوا دیا گیا۔ اس پر مزید اشکال پیدا ہوا اور قوم نے تاریخی ہڑتال کی جس پر بے نظیر حکومت کو ترمیم کا فیصلہ واپس لینا پڑا۔ اسی طرح ایک دفعہ نواز شریف کے دور میں پھر عیسائیوں کو قادیانیوں نے ابھارا ان کی طرف سے بھی اسی طرح کا عندیہ دیا گیا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھرپور احتجاج کیا اور نواز شریف کو بھی فیصلہ واپس لینا پڑا موجودہ حکومت کے آتے ہی آئین معطل ہو گیا جس پر قادیانیوں نے بغلیں بجانا شروع کر دیں کہ قادیانیت سے متعلق ترامیم اور ناموس رسالت کا قانون منسوخ ہو چکا ہے۔ شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فوری طور پر آواز بلند

کی اور کہا کہ عبوری آئین میں ان اسلامی دفعات کو فوری طور پر شامل کیا جائے جس پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماً اسلام کے اشتراک سے مہم کا آغاز کیا جس کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کو فعال بنانے کے لئے تمام دینی جماعتوں کی جانب سے مطالبہ ہوا کہ فوری طور پر عبوری آئین میں ان ترامیم کو شامل کیا جائے بصورت دیگر ۱۹ / مئی ۲۰۰۰ء کو ملک گیر ہڑتال ہوگی۔ ۱۸ / مئی کو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کردیا گیا اور آپ تحفظ ناموس رسالت تحریک کے عظیم شہید قرار پائے۔ ۱۹ / مئی کو کامیاب پرامن ہڑتال ہوگئی۔ جنرل مشرف انہی دنوں شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لئے آئے تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے واضح اعلان کیا کہ :"چونکہ شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفظ ناموس رسالت کے لئے جان قربان کی، اس لئے فوری طور پر عبوری آئین میں اسلامی دفعات اور تحفظ ناموس رسالت قانون کو شامل کیا جائے۔" جنرل مشرف نے وعدہ کیا کہ وہ فوری طور پر اس مطالبہ کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس دوران ڈاکٹر محمود غازی اور وزارت قانون کی طرف سے وضاحت جاری ہوئی کہ توہین رسالت قانون آئین میں بحال ہیں، مگر علماً کرام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس وضاحت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا، یہاں تک کہ مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات میں جنرل مشرف نے واضح طور پر اعلان کرلیا کہ اسلامی دفعات اور توہین رسالت قانون کو عبوری آئین میں شامل کرنے کے اقدامات کئے جارہے ہیں اور جلد ہی اس کا اعلان ہوگا اور آخر کار جنرل مشرف نے ان دفعات کو آئین میں شامل کردیا۔ گزشتہ سال گوہر شاہی کی طرف سے توہین رسالت پر مشتمل پمفلٹ شائع ہوئے جس پر مولانا احمد میاں حمادی (کنوینر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ) نے مقدمہ دائر کیا اور گوہر شاہی کو سزا سنائی گئی، جس پر اس نے راہ فرار اختیار کی۔ اس کے بعد سے گوہر شاہی اور ان کے حواریوں کی جانب سے پریس کانفرنسوں اور اخباری بیانات کے ذریعہ توہین رسالت قانون کے خلاف مہم چلائی جارہی ہے اور ۷ / مئی کو ایک نام نہاد تنظیم جو آل فیتھ اپریچول موومنٹ کے نام سے منظر عام پر آئی ہے اور جس کا دعویٰ ہے کہ وہ تمام مسالک اور مذاہب کے روحانی لوگوں پر مشتمل ہے اس نے مطالبہ کیا ہے کہ توہین رسالت قانون کو ختم کیا جائے یا اس کے طریقہ کار میں تبدیلی کی جائے ورنہ وہ ۱۰ / جنوری ۲۰۰۱ء سے تحریک چلائے گی اور اس کو ختم کرنے کے لئے ملک گیر مہم کا آغاز ہوگا، اس سلسلہ میں انہوں نے کراچی سے گلگت تک بینروں اور پوسٹروں کا جال پھیلادیا ہے۔ اول تو اس تنظیم کے نام سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملک دشمن کی آلہ کار تنظیم ہے جس کا مقصد پاکستان میں انتشار پیدا کرنا ہے، اس سلسلہ میں ہم نے سندھ انتظامیہ کو خبردار کردیا ہے کہ وہ اس تنظیم کی غیر آئینی اور غیر قانونی سرگرمیوں کو فوری طور پر روکے بصورت دیگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مجبور ہوگی کہ وہ علماً کرام کا اجلاس بلاکر ان کے خلاف خود تحریک چلائے، ہم ان سطور کے ذریعہ ان نام نہاد تنظیم کے رہنماؤں پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ توہین رسالت قانون ایسا قانون نہیں کہ اس پر جو چاہے پھبتی کسے اور اس کی منسوخی کا مطالبہ کرے۔ پوری دنیا امریکہ اور مغرب سمیت ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ بھرپور طریقے سے اس کے خلاف تحریک چلاچکے ہیں۔ امریکہ کئی دفعہ اس قانون کی وجہ سے امداد بند کرچکا ہے، کئی دفعہ امداد کی بحالی اس قانون کی منسوخی کی شرط عائد کرچکا ہے۔ جرمنی، انگلینڈ اور دیگر ممالک کئی دفعہ اعلان کرچکے ہیں کہ پاکستان پر پابندی عائد کی جائی گی وہ فوری طور پر اس قانون کو منسوخ کرے، مگر پاکستان کے مسلمانوں نے یہ ظلم وستم سہہ لیا، ہر قسم کی پابندیاں برداشت کرلیں، امریکہ اور یورپ کے آگے سرنگوں نہیں ہوئے، کیونکہ یہ مسلمانوں کی موت وحیات کا مسئلہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا مسئلہ ہے، اس کی بہتری اس میں ہے کہ وہ فوری طور پر اپنے مطالبہ سے دستبردار ہوجائے ورنہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مجبور ہوکر اگر میدان عمل میں اتر آئی تو نام نہاد رہنماؤں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔ مرزا طاہر جس طرح فرار ہوا تو اسی طرح ان کو بھی فرار ہونا پڑے گا۔ پاکستان میں رہنا ہے تو اس قانون کو ماننا ہوگا، اس کی پاسداری کرنی ہوگی، انبیاً کرام علیہم السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اعلان واعتراف کرنا ہوگا، جو لوگ اس قانون کو تسلیم نہیں کرتے وہ اس ملک سے راہ فرار اختیار کرجائیں ورنہ مجبوراً ان کو ملک بدر کرنا پڑے گا۔

ختم نبوۃ

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک
مراسلہ:۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا تحفظ

مقصدِ اُمت دین کا خلاصہ

یہ تقریر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے ۳، ۴ صفر ۱۳۸۸ھ کی درمیانی شب کو احمد نگر ضلع گوجرانوالہ کے ایک اجتماع میں ارشاد فرمائی جس میں خاص طور سے مسئلہ ختم نبوت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

محترم بزرگو! دین کی خدمت اور دین کی تبلیغ کل امت کا فریضہ ہے۔ اس امت کی خوبی اور کمال یہی ہے جسے رب العزت نے اس آیت میں بیان فرمایا۔

"کنتم خیرامة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر"

تم ایک بہتر امت ہو اور لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہو تاکہ بھلائیوں کا حکم کرو اور برائیوں سے روکو۔

امت کا معنی

امت اس جماعت کا نام ہے جس کا کوئی مقصد ہو اور وہ مقصد سب کا مشترک اور ایک ہو پھر مقصد اگر اچھا ہوگا تو وہ امت بھی خیر اور بہتر ہوگی اور اگر مقصد حقیر ہو تو امت بھی ذلیل ہوگی اور جس جماعت کا کوئی مقصد نہ ہو یا ہر ایک کا الگ الگ اور اپنا اپنا نظریہ ہو وہ جماعت امت نہیں کہلاتی وہ انتشار ہے تو امت کے مفہوم میں اجتماع اور اتفاق فی المقصد موجود ہے لہٰذا دنیا کے اندر مسلمان جہاں بھی ہوں دنیا کے کسی گوشے' پہاڑوں جنگلوں اور دریاؤں میں ہوں سب کو خدا نے امت اور وہ بھی بہترین امت کے خطاب سے نوازا۔ تو امت کا لفظ چاہتا ہے کہ اس کا ایک مقصد ہو۔

خیر امتہ ہونے کی وجہ

خیر امتہ کا تقاضا ہے کہ وہ مقصد بھی سب مقاصد سے بہتر ہو اللہ تعالیٰ نے کنتم امة کی بجائے کنتم خیرامة فرمایا ہے۔ اب وہ مقصد کیا ہے "کیا کھانا پینا' مکان بنانا زمین میں اناج بونا' بل جوتنا' کارخانے' ایٹم بم' جہاز اور ریل بنانا' سائنسی ترقیات میں کمال اور انہماک اگرچہ یہ سب امور جائز ہیں ناجائز نہیں مگر یہ چیزیں مقصد نہیں۔ مثلاً اکوڑہ خٹک سے میرا یہاں آپ حضرات سے ملنے کے لیے آنا ایک مقصد تھا راستے میں بہت سی چیزیں سامنے آتی رہیں اور اس سے فائدہ بھی ملا مگر وہ مقصد نہیں تھیں۔ اس لیے میں نے انہی کو اپنا مطمع نظر نہیں بنایا بلکہ مقصد تک پہنچ کر دم لیا تو کھانے پینے اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے فائدہ اٹھاتے رہو مگر اسے مقصد نہ بناؤ اور اگر تم نے انہی چیزوں کو مقصد سمجھ لیا تو پھر تو امریکہ' روس' چین' جاپان اور جرمنی بڑا کامیاب ہے اس لیے کہ اس نے دنیا کے جاہ و جلال میں زیادہ کامیابی حاصل کی ہے تو پھر وہ کیوں خیر امتہ نہ ٹھہرے اور اس خطاب کا شرف ہمیں کیوں حاصل ہوا؟ تو معلوم ہوا کہ دنیا کا حصول ہمارا مقصد نہیں بلکہ جس مقصد کی وجہ سے ہم خیر امتہ کہلائے گئے ہیں وہ مقصد دین حق کا پہنچانا اور تبلیغ ہے جو انبیاء علیہم السلام کا کام تھا پہلے زمانہ میں یہ کام ایک نبی کے بعد دوسرا نبی سنبھالتا رہا۔ مگر جب ہمارے آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے اور ان کے بعد دوسرا نبی آنہیں سکتا تو اس عظیم مقصد دین اور تبلیغ دین میں ان کی پوری امت ان کی نائب ٹھہری۔ یاد رکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام عالم کے لیے ہے۔

وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا

ہم نے آپ کو تمام دنیا کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

نبوت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور ترقی کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی عروج پر پہنچایا گیا۔

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"

آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور پسند کیا تمہارے لیے اسلام کا دین ہونا۔

اب تمام عالم کو تبلیغ بوجہ نیابت کے امت کے سپرد ہے۔ ولیبلغ الشاھد الغائب اور چاہیے کہ دیکھنے سننے والا اوروں تک پہنچا دے۔

امت کا فریضہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا دین

اوران کا پیغام اسلام اور قرآن ساری دنیا کو پہنچاوے اس لیے خداوند تعالیٰ نے خیر امتہ ہونے کی وجہ اخرجت للناس بتلائی کہ تم تمام عالم کے فائدے کے لیے رہنما ہو۔ پیر ہو' استاد ہو' صرف پاکستان کے نہیں لورنہ صرف ہندوستان اور جاپان کے بلکہ للناس جہاں بھی کوئی آدمی ہو اور قیامت تک جتنے بھی آنے والے ہیں سب کے لیے بھیجے گئے ہو اور اس لیے تمہیں خیر امتہ کا اعزاز نہیں دیا گیا کہ تم بڑے مالدار ہو یا تمہارے پاس بڑی سے بڑی خلافت اور حکومت ہے بلکہ تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

تمہارا کام یہ ہے کہ جتنی بھلائیاں ہیں ان کا امر کرو۔ خدا نے' رسولؐ نے جن نیکیوں کو بیان فرمایا ہے' اس کا المعروف کہتے ہیں۔ ہماری خود ساختہ تجویز کردہ بھلائیاں مراد نہیں اس لیے آیت میں معروف نہیں کہا۔ بلکہ الف لام کے ساتھ معروف کو ذکر کیا کہ تم دنیا کو ان ہی نیکیوں کا راستہ دکھاؤ گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ نے بتلائیں؟ روس لور امریکہ اور یورپ والی نہیں اور تم لوگوں کو ان برائیوں سے روکو گے جن سے حضورؐ اور صحابہؓ نے روکا تھا۔ تو اب تمام امت کا مقصد لور فریضہ دین پہنچانا ہوا۔

تدریجی طور پر کمال تک پہنچانا خدا کی سنت ہے:۔

ہمارے آقا سردار دوجہاں رحمتہ للعالمین خاتم النبیین ﷺ ہیں لور تکوینی امور کی طرح شرعیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ہر کام اور ہر چیز کو آہستہ آہستہ تدریجاً ترقی اور کمال تک پہنچاتے ہیں۔ بچہ جب پیدا ہوا تو چھوٹا ہے' نہ کھانے پینے کے قابل ہے نہ چلنے پھرنے کے سال دو سال بعد اٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہوتا ہے تو پھر اس کے بعد کھیل کود لور اسکول پڑھنے کے قابل ہوا۔ پھر کہیں جوان اور مضبوط ہو کر کمال تک پہنچا۔ یہ اناج کی فصل جسے تم آج کل کاٹتے ہو' تقریباً چھ ماہ میں کمال تک پہنچی۔ درختوں کو تکمیل میں برسہا برس لگ جاتے ہیں۔ خداوند کریم اگر چاہتا تو ایک پل اور لحظہ میں یہ سب کچھ کر سکتا تھا مگر شان ربوبیت کے تقاضے پر تدریجاً کمال تک پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح نبوت کا سلسلہ بتدریج ترقی کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام جو سب سے پہلے انسان تھے ابوالبشر تھے۔ ان ہی کو پیغمبر بنایا۔

روحانی اور جسمانی ضروریات کا انتظام

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کتنی وسیع اور عجیب وغریب ہیں کہ انسانی حاجتیں چاہے روحانی تھیں یا جسمانی' پہلے ہی سے پوری فرمادیں۔ کبھی کبھی ان پر غور فرمایا کریں۔ انسان کی جسمانی زندگی کے لیے ہوا کی ضرورت ہے تو انسان کی پیدائش سے پہلے ہوا پیدا کی۔ زمین پر چلنے پھرنے کے لیے زمین پیدا فرمادی۔ ماں باپ جیسے مشفق ومہربان آپ کو دیئے جن کے سینہ میں محبت بھرا دل ہے۔ اور پھر ماں کے سینہ سے پھلنے پھولنے کا انتظام فرمایا۔ پیدا ہونے سے ہزاروں سال قبل ہمارے آرام وراحت کے لیے ضروریات زندگی مہیا فرمائیں۔ چار پانچ مہینے ماں کے پیٹ میں ہر انسان زندہ رہتا ہے۔ اس وقت جسمانی حالت بڑی لطیف اور نازک ہوتی ہے۔ حمل کے ایام میں گرمی کا تحمل کر سکتا ہے نہ سردی کا۔ مگر وہاں گرمی اور سردی سے بچنے کے لیے سارے انتظامات فرمادیئے کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف کا احساس تک نہ رہا۔ پھر ڈھائی برس کے لیے خدا نے اس خون کو جو بطن مادر میں بچے کی خوراک تھا' دودھ بنادیا۔ اور ماں کے سینے میں چشمے بنادیئے جس وقت وہ خون تھا تو بچے کے پیٹ میں ناک کان اور منہ کے ذریعہ نہیں بلکہ ناف کے ذریعہ پہنچتا رہا۔ کہ خون کی آلائش سے یہ ملوث نہ ہو پھر اسے ایسا دودھ بنادیا جو نہ گرم ہے نہ سرد نہ بہت میٹھا ہے لور نہ خالص نمکین اور نہ بہت گاڑھا ہے۔ اور نہ بہت نرم بلکہ ہر لحاظ سے اعتدال پر ہے۔ ہمارے لیے روشنی کی ضرورت تھی تو اس مہربان اللہ نے ہماری یہ ضرورت پوری کی تجلی' چاند' سورج' تارے پہلے سے پیدا کیے کہ اندھیرے میں ٹکریں نہ ماریں۔ اسی طرح باطنی روشنی اور روحانی ضروریات کے لیے بنی نوع کے پہلے ہی فرد (حضرت آدمؑ) کو پیغمبر بھی بنادیا کہ کسی کو یہ کہنے کا حق نہ ہو کہ کسی دور میں خدا نے رہنمائی کا سامان پیدا نہیں کیا تھا۔ پھر چونکہ ابتدا میں رسل ورسائل لور تمدن کا اتنا سامان نہ تھا کہ ساری دنیا اور سارے ملک کو ایک پیغام اور دعوت پہنچائی جاسکے۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام بھی اس زمانہ میں ہر علاقہ ملک اور گاؤں کے لیے الگ الگ بھیجے جاتے تھے۔ پشاور والوں کو یہاں کی خبر نہ تھی اور یہاں کی خبر کراچی والوں کو نہ تھی۔

آخری دور میں پورا عالم ایک گھرانہ ہوا

مگر اللہ کے علم میں تھا کہ ایک ایسا دور آنے والا ہے کہ پورا عالم ایک گھرانہ ہو جائے گا جیسا کہ آج کل امریکہ' جاپان' برطانیہ' فرانس' چین اور انڈونیشیا' مراکش اور انڈیا سب ایک گھر کے مختلف حصے بن چکے ہیں۔ بلکہ گھر سے بھی کم مسافت ہے کہ گھر کے ایک کمرے کی بات دوسرے گوشے میں نہیں سنی جاسکتی۔ مگر امریکہ کی بات ہم گھر بیٹھے ریڈیو' وائرلیس اور ٹیلی فون کے ذریعہ سن سکتے ہیں۔ امریکہ کی حالت ٹیلی ویژن سے دیکھ سکتے ہیں۔ میرے سامنے یہ لاؤڈ اسپیکر ہے میری آواز قصبہ کے دوسرے سرے تک پہنچ رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام ہے۔ اور جب ایک شخص کی بات سب تک پہنچے تو دوسروں کو بولنے کی ضرورت

نہیں' ورنہ شور وغل بن جائے گا۔ تو جب اللہ نے دنیا کو اسی طرح ملانا چاہا وسائل اسباب اور ذرائع سب خدا کو معلوم تھے اور اسلام کے ساتھ ان ترقیات کا آغاز ہو گیا تھا تو اس لیے نبوت کی تکمیل بھی حضور ﷺ پر کی گئی کہ جب دور سے آبادی' جنگل دریا اور پہاڑوں میں یہ آواز پہنچ سکے گی۔ تو اوروں کو بولنے شور وغل کرنے کا کیا حق ہو گا۔ بلا مقصد اور بلا ضرورت کام حکمت خداوندی کے منافی ہے۔

علوم کی تکمیل رفتہ رفتہ ہوئی

وہ دور انسان کی طفولیت اور بچپن کا تھا اور قاعدہ ہے کہ جب اسکول میں داخلہ ہوتا ہے تو استاد الف' ب' پڑھاتا ہے اور اٹھنے بیٹھنے' چلنے پھرنے' رہنے سہنے کے طور طریقے سکھاتا ہے۔ اس کا دماغ علوم ومعارف اور باریک باتوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پھر مڈل میں کچھ مضامین بڑھا دیئے جاتے ہیں' ہائی اسکول اور کالجوں سے بھی زیادہ غرض جتنی دماغی قوت میں ترقی ہوتی ہے اتنا ہی مضامین میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ساری تعلیم تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ بچے کو دماغی قابلیت کے مطابق تعلیم ہو جاتی ہے۔ جس درجہ کا طالب علم ہوتا ہے۔ اس درجہ کے مطابق استاد و معلم بھی ہوتا ہے۔ تخصص' ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی پڑھانے کے لیے استاد بھی ہر لحاظ سے کامل اور مکمل اور جامع العلوم منتخب کیا جاتا ہے اس طرح انسان کی روحانی تربیت کے لیے اولاً یہ علاقہ کے لیے الگ الگ استاد کی ضرورت تھی کیونکہ ایک علاقہ کے بسنے والے دوسرے ملک سے الگ تھے تو اس وقت کے پیغمبروں نے اس قوم کی دماغی قابلیت کے مطابق ضروریات زندگی کی تعلیم دی اور اشیاء کے اسماء اور ان کے خواص کی تعلیم دی کہ انسان اس دنیا کو بسائے' رہنے سہنے کے آداب سیکھ سکے۔

وعلم آدم الاسماء کلھما اور اللہ نے حضرت آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام بتلائے حضرت ادریسؑ اور شعیب علیہ السلام نے خط وکتابت سکھلائی' بعض نے زراعت' پوشاک اور رہائش کے طریقے سکھلائے' جو زمانہ طفولیت انسان کے مناسب کام تھے۔ تاکہ آئندہ زندگی اچھی گزارے۔ نوحؑ کے وقت سے تشریعی علوم کا آغاز ہوا۔

عالم انسانیت کی تدریجی ترقی

حضرت نوحؑ کے زمانہ تک عالم انسانیت کا دور طفولیت تھا تو اس دور کے مناسب پیغمبر آئے اور اس دور کے مناسب علوم سکھلائے گئے۔ حضرت نوحؑ کا دور انسانیت کے شباب کا زمانہ تھا یہ اور شباب کا یہ دور حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ تک اور حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے شیخوخت کا دور شروع ہوا۔ تو جس طرح آدمی پر ادوار مختلف آتے ہیں۔ اول دور طفولیت پھر شباب' پھر عقل کی پختگی کا زمانہ کہولت۔ پھر شیخوخت' اس طرح حضرت آدمؑ سے حضرت نوحؑ تک عالم اکبر اور انسانیت نابالغ تھی تو انسان کو رہنے سہنے کے آداب سکھائے توحید' خدا کی عظمت دینداری کی تعلیم دی۔ خط وکتابت اور تعلیم وعلم کے طریقے سکھلائے یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے حضرت نوحؑ کے زمانہ تک عذاب نہیں آیا کیونکہ بچہ کی غلطی سے درگزر ہوتی ہے جب آدمی جوان ہو کر اور نافرمانی کرے تو اسے تھپڑ مارا جاتا ہے' سزا دی جاتی ہے۔ مار پیٹ' جیل وغیرہ سے بھی ٹھیک نہ ہو تو تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا ہے۔ اور جوان شریر بھی بہت ہوتا ہے' بات نہیں سنتا' جھگڑے بھرا ہوتا ہے۔

خدا کے پیغمبر حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو برس تک ان کو تبلیغ کی اور روایات کے مطابق زیادہ سے زیادہ تعداد ساٹھ ستر افراد کی ہے جو مسلمان ہوئے اور کم از کم تعداد دس بارہ کی منقول ہے۔ جہاں آپ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے ڈانٹا کہ آپ ہمیں تنگ کرتے ہیں اور ہمیں رسوا کرتے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے سوچا کہ رات کو تبلیغ کے لیے آؤں گا۔ تاکہ تم رسوا نہ ہو مگر جب وہ رات کو آتے تو واستغشوا ثیابھم لحاف اوڑھ لیتے کہ ہم نیند میں ہیں خواب سے نہ جگائیں۔۔۔۔۔۔ حضرت نوحؑ کی زبانی خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

رب انی دعوت قومی لیلا ونھارا فلم یزدھم دعائی الافرار ثم انی اعلنت لھم واسررت لھم اسرارا فقلت استغفروا ربکم انہ' کان غفارا○

اے رب میں نے دن میں بھی اور رات میں بھی اکیلے بھی اور مجلس میں ان کو نصیحت کی مگر انہوں نے سوائے فرار کے کوئی دوسرا کام نہ کیا جتنی میں نے دعوت میں اضافہ کیا اتنا ہی انہوں نے گریز کیا۔

ان لوگوں کی جوانی کا دور تھا شرارت حد سے بڑھ گئی تھی تو آپ نے دعا کی کہ اے رب! اب اس قوم کو سزا دے۔ خدا طوفان لایا یہاں تک کہ کوہ ہمالیہ پر بھی چالیس چالیس ہاتھ پانی چڑھ گیا۔۔۔۔۔۔ پھر عاد وثمود کے عہد میں قوت شباب میں اور بھی اضافہ ہوا بڑے بڑے جسموں اور ڈھانچوں والے لوگ تھے' سرکشی بھی حد سے بڑھ کر تھے کسی پر زلزلہ آیا کسی پر سخت طوفان آئے مگر جوانی اور شرارت کی وجہ سے گویا انہوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم ماننے والے نہیں۔ اب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دور شروع ہوا جو کہولت ہے۔ جیسا کہ چالیس سال کی عمر میں آدمی کا تجربہ اور عقل کامل ہو جاتی ہے' ایسا ہی سیدنا ابراہیمؑ کے عہد سے انسانیت کی تاریخ میں علوم ومعارف کا دور شروع ہوا' یہاں تک کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں یہ عالم اکبر پورے کمال تک پہنچ گیا اور

ختم نبوت

عقل بالکل پختہ ہو گئی۔ علوم و کمالات میں انسانیت نقطہ عروج پر پہنچی' تاریخ شاہد ہے کہ امت جیسی باکمال دنیا میں کوئی امت نہیں گزری۔ دوسری طرف خدا نے سارے عالم کو وسائل اور اسباب کے ذریعہ ملا دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علوم میں جامعیت

ہر قسم کے علوم انتہا کو پہنچے تھے تو خدا نے خاتم الانبیاء کو بھیج دیا جن کا ارشاد ہے کہ اوتیت علم الاولین والاخرین مجھے تمام اولین و آخرین کا علم دیا ہے۔ تمام انبیاء کے کمالات اور علوم آپ میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور ﷺ کے علمی کمالات اگر آپ معلوم کرنا چاہیں تو قرآن مجید اور حدیث کا مطالعہ کریں' آپ کو اندازہ لگ سکے گا چودہ سو سال سے امت ایک آیت سے علوم و معارف کا استنباط کر رہی ہے مگر ختم ہونے کو نہیں۔ لاتنقض عجائبہ 'اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے مخلوق آیت کا جواب اور نمونہ پیش نہ کر سکی چھوٹی سی سورت انا اعطیناک الکوثر کا جواب بھی کسی سے نہ بن سکا۔ دنیا کے تمام فلاسفر اور دین پر ریسرچ کرنے والے جمع ہو کر بھی حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ایک حدیث جیسا مضمون اور اس جیسے الفاظ پیش نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم تو اللہ کا کلام ہے۔ غرض روحانی ہدایت کے لیے خدا نے جو روشنی پیدا فرمائی وہ پہلے چراغ اور موم بتی کی صورت میں تھی پھر لالٹین اور بجلی کے بلب کی طرح بڑھ گئی پھر اور ترقی ہوئی تو ستاروں کی مانند ہوئی پھر چاند کی طرح اور جس طرح مادی روشنیوں کی انتہا سورج پر ہوئی اس طرح حضور اقدس ﷺ کی مثال روحانی ہدایت کے لیے سورج کی مانند ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہ رہی۔ ہر چیز کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور اس کا کمال اور انتہا بھی تو جیسا سورج کی دنیا کی روشنیوں کا خاتم بنادیا اسی طرح حضور ﷺ کی مثال ہے۔ اگر سورج چڑھے ہوئے کوئی شخص چراغ ہاتھ میں لے کر کسی چیز کو ڈھونڈ ھتا ہے تو آپ اسے پاگل اور بے وقوف کہتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کے بعد اگر ایک شخص ظلی اور بروزی نبوت کی لالٹین ہاتھ میں لیے پھرے تو وہ شخص بڑا بیوقوف ہے۔ اگلی امتوں میں نبوت کا سلسلہ جاری رہا کیونکہ ادیان اور مذاہب تحریف اور تغیر و تبدل کی وجہ سے مٹ گئے اور چونکہ اللہ کو ایسا ہی منظور تھا اس لیے تبدل و تحریف سے ان مذاہب کی حفاظت بھی نہ ہوئی اور ہر پیغمبر کے بعد خدا دوسرا نبی بھیجتا رہا مگر جب اسلام کو قیامت تک رکھنا منظور تھا تو کمی بیشی اور تحریف سے بھی خدا نے اسے محفوظ فرمایا "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" "ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور دین کی تکمیل فرما کر اعلان فرمایا "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" میں نے آج کے دن دین مکمل کر دیا اپنی نعمتیں تم پر مکمل کر دیں اور اب تمہارے لیے قیامت تک میں دین اسلام ہی کو منتخب کرتا ہوں۔

عقیدہ' اخلاق' عمل کے لحاظ سے سب قسم کی نعمتیں خدا نے حضور ﷺ کے ذریعہ مکمل فرما دیں اور اسلام کا پسندیدہ دین ہونا قیامت تک کے لیے بنا دیا اب اگر کوئی شخص حضور ﷺ ہی کو نبی مانے اور اسلام کو دین حق سمجھتا ہو مگر آپ کے بعد کسی اور نبی کو بھی مانے تو وہ اپنے آپ کو نہ مسلمان کہہ سکتا ہے۔ نہ اپنے دین کو دین اسلام کسی اور کو نبی مان کر مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

آپ ﷺ سے قبل جب بھی ایک نبی گزرا اور نیا آیا تو جس شخص نے دوسرے نبی کو مانا تو اس کا نام اور مذہب بھی بدلا۔ جیسے ملت ابراہیمی کے پیرو کا نام حنفی تھا۔ مگر جب قوم حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائی تو اس کا نام یہودی ہوا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کے اوپر ایمان لانے والوں کا نام یہودی نہ رہا بلکہ عیسائی اور نصرانی ہو گیا۔ غرض پیغمبر کے بدل جانے سے قوم کا مذہب اور نام دونوں بدل جاتے ہیں تو حضور اقدسؐ کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی ماننے اور اس پر ایمان لانے کے بعد ان کا نام اور مذہب بھی بدل جائے گا۔ وہ لوگ نہ مسلم کہلائیں گے نہ ان کا مذہب اسلام ہو گا بلکہ وہ غیر مسلم اور کسی دوسرے شخص کی طرف منسوب ہوں گے۔

جب قیامت تک خدا کو صرف اسلام کا دین ہونا ہی منظور ہے تو کسی دوسرے نبی ﷺ کا سوال ہی پیدا نہ ہو گا۔ حضور ﷺ آفتاب نبوت ﷺ ہیں پھر آفتاب کی موجودگی میں ستارے بھی نظر نہیں آسکتے تو چراغ اور شمع جلانے کی حماقت کیوں کی جاسکے گی اور جب پہلا دین مکمل اور اصلی شکل میں موجود ہے جیسا کہ قرآن و حدیث اور حضور ﷺ کا دین محفوظ ہے تو نیا نبی کیوں آئے۔ اگر وہ نئی بات بتلا رہا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ پہلا دین نامکمل ہے تو الیوم اکملت لکم کے خلاف اور اگر پرانی بات بتلائے تو وہ پیغمبر کیسے رہا؟ آج چودہ سو سال گزرنے پر بھی قرآن کا اول سے آخر تک ایک ایک حرف موجود ہے۔ احادیث اور اس کے مضامین' مسائل و احکام جس کا نام فقہ ہے مکمل محفوظ ہیں تو جب دین مکمل' پیغمبر ﷺ تمام انبیاء کا سردار' اور دین کی حفاظت کا قیامت تک وعدہ ہو چکا ہو تو اب دوسرے شخص کو نبوت کا دعویٰ کر کے دخل در معقولات کر دینے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت سیدنا ابو بکرؓ پیغمبر نہ بنے' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ

ختم نبوۃ

نہ بنے' حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ و حسنؓ نہ بن سکے۔ امام بخاریؒ امام ابو حنیفہؒ نبی نہ ہو سکے۔ اور آج تک خدا نے دین کی حفاظت حضور ﷺ کے ان غلاموں سے کروائی۔ تو آج تک ایسی کونسی ضرورت پیش آئی کہ نیا نبی مبعوث فرمادے۔ یہ شرف تو قیامت تک حضور ﷺ کی غلام امت ہی کو بخشا گیا۔ کہ حضور ﷺ کی دعوت کی حفاظت واشاعت میں لگی رہے گی اور یہ خوشخبری سنائی کہ لاتجتمع امتی علی الضلالۃ میری امت سب کی سب گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور فرمایا لاتزال طائفۃ من امتی قائمۃ علی الحق لایضرھم من خالفھم میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور مخالفت کرنے والے اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ غرض تبلیغ دین اور دعوت الی الحق پر یہ امت قیامت تک قائم رہے گی۔ تو بروزی اور ظلی نبی کی ضرورت کیا ہے؟ کہ پرانی باتوں کی اشاعت نبی کہلا کر کرے ان باتوں کی اشاعت کے لیے کروڑوں امتی اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔

امت پر حضور ﷺ کے احسانات

امت کے ساتھ حضور اقدسؐ کی شفقت وعنایت کس قدر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن مجھے مقام محمود پر سرفراز کردیا جائے گا تو اس عزت کے مقام پر نہ بیٹھوں گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے اکیلا جنت میں داخل کردیں بلکہ میں مقام محمود پر ہاتھ رکھ کر اللہ کے سامنے ادبا کھڑا ہو کر ------ عرض کروں گا کہ اس مقام پر بٹھا کر ایسا نہ ہو کہ میرا کوئی امتی جہنم میں چلا جائے اور مجھے خبر نہ ہو چونکہ خداوند تعالیٰ نے دنیا میں ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ سے آپ کو راضی رکھنے کی بشارت فرمادی ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور راضی فرمائیں گے۔ حضور ﷺ کے علم میں تھا کہ میرے بعد قسم قسم کے فتنے پیدا ہوں گے۔ آخر میں دجال کا فتنہ ہوگا جو بارشوں کو برسائے گا' مردوں کو اپنے طلسم سے زندہ کرے گا۔ دنیا کی عیاشی کی سب چیزیں اس کے ساتھ ہوں گی' تنخواہ' روٹی' عہدہ سب کچھ اس کے پاس ہوگا' یہاں تک کہ قبروں سے لوگوں کے خویش واقارب (جو دراصل شیاطین ہوں گے) کو زندہ کروا کر اٹھوائے گا۔ ایسے ایسے فتنوں کا سامنا اس امت کو کرنا تھا تو حضورؐ نے عرفہ کے موقع پر رو رو کر امت کے لیے دعائیں کیں۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق بخش دینے کا اعلان فرمادیا مگر حقوق العباد معاف کرنے کا اعلان نہ ہوا۔ پھر رات کو مزدلفہ میں روتے رہے۔ تو خدا نے اصحاب حقوق بخشوانے کی صورتیں بھی وہاں بتلادیں کہ صاحب حق کو راضی کروا کر اس سے معافی دلادی جائے گی' تو حضور ﷺ کے کس قدر احسانات ہیں امت پر۔ سب سے پہلے قیامت کے دن حضور ﷺ قبر مبارک سے اٹھیں گے۔ سب سے پہلے پل صراط سے گزریں گے۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ آپ ﷺ کے لیے کھولا جائے گا۔ امت ہی دیگر امتوں سے پہلے آپ ﷺ کے ساتھ ہوگی کہ جہاں آقا ہو وہاں غلام اور خادم بھی ہوتا ہے تو کیا ایسے محسن کے ہوتے ہوئے اس سے اپنا رشتہ کاٹ کر کسی اور کے پیچھے چلنا عقلمندی اور احسان شناسی ہے۔

ان احسانات کا تقاضا کیا ہے؟

آپ ﷺ کے ان احسانات کا تقاضا ہے کہ ہم نہ صرف حضورؐ کے دین پر قائم رہیں۔ بلکہ قیامت تک ساری دنیا تک اسے پہنچاتے رہیں کہ ساری مخلوق حضور ﷺ کے ان احسانات سے فیض یاب ہو جائے اور حضور ﷺ کے اس پیغام کو اوروں تک پہنچانا اتنا اہم کام ہے کہ کوئی دوسری عبادت اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

حضرت علیؓ اسد اللہ ہیں جھنڈا ہاتھ میں لیے خیبر کو جارہے ہیں' حضور ﷺ کو دیکھ کر فرمایا رسول اللہ ﷺ میرا ارادہ ہے کہ کسی یہودی کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اور جہاد میں قتل کفار تو ہے ہی ثواب۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو۔ قولو لاالٰہ الا اللہ ------ اگر ان میں سے کسی نے کلمہ پڑھ لیا تو وہ ہمارے ساتھ سب حقوق میں برابر ہیں۔ کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی نسلی' قومی' لسانی امتیاز اور ذات پات اونچ نیچ تو اسلام میں ہے نہیں۔ کلکم بنو آدم وآدم من تراب تم سب حضرت آدم کی اولاد ہو اور وہ مٹی سے پیدا کیے گئے' آج امریکہ مساوات کا دعویدار ہے۔ مگر دعووں کے باوجود سیاہ فام لیڈر لوتھر کے قتل کے بعد کے حالات دیکھیے۔ یہ حقیقی مساوات تو صرف اسلام میں ہے۔ تو حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اگر ایک شخص بھی تمہاری وجہ سے مسلمان ہوا تو یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے مقابلے میں قیمتی سرخ اونٹوں سے بھری ہوئی ساری زمین بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

صحابہؓ کی عزت کریں

سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے قاتل ہیں وحشیؓ جنہیں اب ہم رضی اللہ عنہ' کہیں گے۔ صحابہؓ سے محبت لازم ہے۔ جب اللہ سے ہمیں محبت ہے تو اس کے محبوبؐ نبی کریم سے بھی ہوگی اور جب محبوب ﷺ سے محبت ہوگی تو اس کے صحابہؓ سے بھی ہوگی۔ اگر تمہیں کسی سے محبت کا دعویٰ ہے۔ مگر اس کی اولاد اور عزیزوں سے نفرت ہے تو یہ محبت کبھی سچی محبت نہ ہوگی اور نہ وہ محبوب آپ کو سچا سمجھے گا۔ اسی طرح صحابہؓ نے حضور ﷺ پر مال وجان ملک ووطن سب کچھ نثار کردیا۔ آپ ﷺ کے پسینہ گرنے کی جگہ اپنا خون گرایا اور جیسا کہ

حضرت ابوسفیانؓ نے فرمایا کہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ اور حاکم سے اپنے چھوٹے کی اتنی رعایت و محبت نہیں' جتنی کہ حضور ﷺ کے ساتھ آپؐ کے صحابہؓ کو تھی۔ تو حضور ﷺ کے ساتھ محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ تمام صحابہؓ سے بھی محبت ہو۔ اگر صحابہؓ سے محبت نہیں تو حضور ﷺ سے ہرگز محبت نہ ہوگی۔ اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوھم من بعدی غرضا۔ میرے صحابہؓ کو میرے بعد اپنا نشانہ نہ بنانا۔

تو وحشی حضور ﷺ کے عم محترم کا قاتل ہے مگر جب وہ اسلام لانے کے لیے آپ کی مجلس میں آیا تو صحابہؓ چونک پڑے اور چاہتے تھے کہ اسے قتل کردیں مگر حضور ﷺ کی مجلس کے ادب و احترام مانع تھے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے نزدیک کسی ایک شخص کا کلمہ پڑھ لینا اس سے زیادہ ثواب رکھتا ہے' کہ روئے زمین کافروں سے بھر جائے اور ان کو تم لوگ قتل کردو تو کسی ایک شخص کو مسلمان بنانے کا اجر تمام کافروں کو قتل کرنے سے بھی زیادہ ہے۔

الغرض جب خدا نے ہمیں حضور ﷺ کی امت میں پیدا کیا تو ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے دیکھو کافروں کو خدا اسہلت دیتا ہے۔ ان کے لیے صرف دنیا ہے۔ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں انگریز کو خدا نے ہمارے اوپر دو سو برس حکومت کرنے کا موقع دیا مگر لا الہ کا اقرار کرتے ہوئے بھی اس نعمت کی قدر نہ ہو تو ایسی قوم پر دنیاوی عذاب بھی جلد آجاتا ہے' اس کے لیے کوئی مہلت اور چھٹکارا نہیں فان تو لوا یستبدل قوما غیر کم ثم لایکونوا امثالکم اس نعمت کی بے قدری مت کرو ورنہ کسی اور کو کھڑا کردے گا جو تم جیسا نہیں ہوگا۔

دین کا خلاصہ :

اس دین کا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ دل کو پاک رکھا جائے۔ یعنی عقیدہ صحیح ہو کہ اللہ واحد لاشریک ہے' عالم ہے۔ قدرت رکھنے والا ہے۔ اس نے ہمیں وجود دیا' رزق اور عزت سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے اور تمام تکالیف بھی اللہ ہی جب چاہے پہنچاتا ہے کسی اور کے ہاتھ میں نہ نفع ہے' نہ ضرر۔

۲۔ حضور اقدس ﷺ خدا کے آخری نبی ہیں تمام مخلوقات میں سے افضل اور کامل و مکمل' سب سے پہلے خدا نے انہی کو نبوت دی۔ عالم میثاق میں سب سے پہلے انہی کو یہ شرف بخشا گیا۔ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین اور عالم ظہور میں انہیں سب سے آخر میں مبعوث فرمایا اور حضور ﷺ کے اوپر نبوت کی تکمیل ہوچکی ہے۔

۳۔ اپنے خلق واخلاق کو ٹھیک کردیا جائے مثلاً ہمارے اندر حسد' حرص اور تکبر ہے جو بڑی برائیاں ہیں۔

حرص سے احتراز:۔

اسلام ہمیں حرص ولالچ سے روکتا ہے۔ اور حرص ولالچ سے کوئی فائدہ بھی نہیں اس لیے کہ جب بچے میں روح پھونکی جاتی ہے تو حدیث میں ہے کہ فرشتے پوچھتے ہیں کہ اس کے بارے میں کیا لکھیں۔ اشقی ام سعید؟ یہ بدبخت یا سعادت مند؟ اس کی عمر اس کا رزق وغیرہ لکھ دیا جاتا ہے۔ تو اس وقت سے خدا نے قسمت میں جو کچھ تھا مقرر فرمادیا جس کی قسمت میں بھوک ہے وہ بھوکا رہے گا' خواہ وہ کروڑ پتی کیوں نہ ہو جائے کتنے کروڑ پتی ہیں جنہیں جو کے ستو اور چند لقمے بھی کھانے کو نصیب نہیں ہوتے ---- پر منصوبہ بندی والے عموماً خدا کی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔ اور کتنے غریب ہیں جنہیں خدا پیٹ بھر کر کھانا دیتا ہے۔ تو یہ قسمت کی بات ہے تو پھر حرص سے کیا فائدہ۔

بایزید بسطامیؒ کسی مسجد میں آئے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو پوچھا کہ کھانا آپ کو کہاں سے ملتا ہے۔ امام نے کہا کہ کبھی کبھی کوئی مقتدی کھانا کھلا دیتا ہے۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ بھائی یہ نماز تو میں نے آپ کی اقتداء میں پڑھی مگر اب اسے لوٹاؤں گا کہ تمہیں اب تک اپنا رزاق معلوم نہیں ہوا تو یہ نماز تیری اقتداء میں کیسے مقبول ہوگی؟

تو بھائیو! ہمارا رزاق نہ امریکہ ہے نہ روس' نہ زمینداری اور ملازمت' ہاں یہ ذرائع اور وسائل ہیں اور اس کا ارتکاب کرتے رہو۔ مگر موثر حقیقی صرف خدا ہے۔ اس بات پر اپنا عقیدہ جماؤ حضرت عبداللہ بن مبارک نے وفات کے وقت اپنے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا کسی نے کہا کہ اپنے بیٹے کے لیے کچھ چھوڑ دو فرمایا من کان لہ اللہ فلیس لہ حاجۃ الی عبداللہ جس کا اللہ ہو تو اسے عبداللہ کی ضرورت نہیں---- تو اس لالچ اور حرص نے دنیا کو تباہ کردیا یہ کروڑوں کا اسمگلنگ کرنے والے بھی اپنے آپ کو بھوکا سمجھتے ہیں۔

حسد:۔

اسی طرح حسد کرلو تو کیا خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر کسی سے حسد کرنا خدا کی تقسیم پر ناراض ہونا نہیں؟ اور کیا یہ خدا پر اعتراض نہیں کہ اسے کیوں یہ نعمت دی اور مجھے محروم رکھا۔ ہاں اللہ سے اپنے لیے بھی اس نعمت کا تقاضا کرسکتے ہو۔ مگر دوسرے کے ساتھ اس نعمت کے ہونے پر خفا کیوں ہوتے ہو۔ ابلیس نے حضرت آدمؑ سے حسد کیا عمر بھر کی عبادت رائیگاں گئی اسے نسب اور سرشت پر غرور ہوا کہ میں آگ سے ہوں اور آدم مٹی سے ہے' تو چاہئے حسد کے ایک دوسرے سے محبت' اتفاق اور اتحاد چاہئے۔

اسی طرح تیسری برائی تکبر ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو کسی معمولی انسان

ختم نبوۃ

سے بھی بہتر سمجھے ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے کسی کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ مسلمان کافر سے اچھا ہے مگر یہ مت کہو کہ فلاں مسلمان اس کافر سے اچھا ہے۔ اس لیے کہ فی المال خطرہ ہے کہ اس مسلمان کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو اور کافر کا ایمان پر ہو جائے' تو نتیجہ کے لحاظ سے اس مسلمان سے بہتر ہوا۔ حضرت ابو الدرداءؓ راستہ سے گزر رہے تھے۔ کسی نے گالیاں دیں۔ فرمایا یہ لوگ جتنی گالیاں بھی دیں مگر مجھے اس کا فکر نہیں۔ میرے سامنے ایک گھاٹی ہے (جو موت اور حساب وکتاب کی گھاٹی ہے) اگر میں اس سے کامیابی کے ساتھ گزر جاؤں تو مجھے ان لوگوں کی گالیوں سے نقصان نہ ہوگا اور اگر ناکام ہوا تو پھر تو میں ان گالیوں سے بھی زیادہ مذمت کا مستحق ہوں۔ تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اعتبار خاتمہ کا ہے۔ مال ودولت یا کسی اور چیز کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے۔ قارون نے مال کی وجہ سے چچازاد بھائی پر بڑائی کی اور انجام یہ کہ سب کچھ سمیت زمین میں دھنس گیا۔ فرعون نے حکومت پر غرور کیا سب کچھ سمیت بحیرہ قلزم میں غرق ہوا۔ ابلیس غرور نسبی کی وجہ سے دائمی لعنت کا مستحق ہوا۔ تو اپنی حقیقت پر سوچنا چاہئے کہ کس چیز سے خدا نے ہمیں پیدا کیا؟ نطفہ سے جو غلیظ پانی ہے۔ پیدائش سے موت تک جسم اور پیٹ میں آلائش گندگی اور خون پھراتے رہے اور موت کے بعد گل سڑ جائیں گے۔ اسی طرح زبان کو جو بہت چلتی ہے غیبت اور گالی گلوچ سے محفوظ رکھو۔ مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید کوئی بات منہ سے نہیں نکلتی مگر فرشتے اسے لکھ لیتے ہیں جو چھپ کے نہیں بلکہ مونڈھوں پر بیٹھے رہتے ہیں۔ پھر اعمال کے لیے الگ اور اقوال کے لیے الگ فرشتے ہیں۔

بدن کی صفائی:۔

آخری چیز یہ کہ بدن کو پاک وصاف رکھو جسم کی صفائی اور طہارت بھی حضور ﷺ کے دین کی خصوصیت ہے۔ حضرت تھانویؒ نے طہارت بدن کے متعلق ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک متقی عالم کا انتقال ہوا لوگوں نے دفن کیا اور چونکہ وہاں کی قبور کو کچھ عرصہ بعد کھول کر دوسرے مردوں کو اسی جگہ دفنایا جاتا ہے۔ تو کچھ عرصہ بعد اس عالم کی قبر جب کھولی گئی تو اس میں سے ایک حسین اور نوجوان عورت کی لاش ظاہر ہوئی اور عورت بھی فرانس کی میم تھی۔ فرانسیسی لباس میں تھی لوگ حیران ہو کر یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اتفاق سے ایک شخص نے جو حج پر آیا تھا اسے پہچان لیا کہ یہ تو پیرس کی عورت ہے۔ میں نے اس کو اردو زبان سکھائی تھی اور ماں باپ سے چھپ کر میرے ہاتھ پر اسلام لائی تھی۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ خدا نے اس عورت کو اسلام کی وجہ سے مکہ مکرمہ پہنچادیا۔ مگر وہ عالم کہاں گیا؟ ------ رفتہ رفتہ بات پھیل گئی اور پیرس میں اس عورت کو جس تابوت میں دفنایا گیا تھا تحقیق کے لیے کھولا گیا تو اس تابوت سے اس متقی عالم کی لاش نکلی تو اس کی بیوی سے حالات پوچھے گئے' تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اپنے شوہر میں کوئی ایسی خرابی نظر نہیں آئی سوائے ایک بات کے کہ جب اسے غسل جنابت کی ضرورت ہوتی تو اس کی زبان سے نکلتا کہ عیسائیوں کا مذہب اچھا ہے کہ ان کے ہاں غسل جنابت نہیں' تو معلوم ہوا کہ اس کی زبان سے ایک کلمہ کفر نکلا اور کافروں کی کسی ایک چیز کو اسلام پر ترجیح دی اور ایسا انجام ہوا۔ تو آج لوگ انگریزی آداب اور طور طریقوں پر مر مٹنے والے ہیں اور یورپ کے تمام قوانین اور فیشنوں پر فریفتہ ہیں۔ معلوم نہیں کہ کون سے گوروں کی قبرستان میں ان کو جگہ ملے گی یہ عالم غیب ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ نصیحت کے لیے اسے منکشف کرا دیتا ہے تو اسلام ہمیں ظاہری وباطنی جسم اور روح دونوں کے تزکیہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر چلنے اور مضبوطی سے تھامنے اور باقی لوگوں تک پہنچانے کی توفیق دے۔ (آمین)

بقیہ: اختر حسین

اور احمد مختار ایڈووکیٹ نے پہلے سے کاغذات مکمل کر رکھے تھے، کراچی پہنچتے ہی وہ لندن چلے گئے۔ پی آئی اے میں بہت سے قادیانی بھی موجود ہیں، ان کی وجہ سے یہ مرحلہ مکمل ہوا۔

ندیم: کیا قادیانیت میں کچھ خوبی دیکھی؟ آخر اسلام قبول کیا، اس کی وجہ کیا ہے؟

رانا اختر: خوبی نام کی تو کوئی چیز نہیں۔ دور کے ڈھول سہانے، مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ بہت اچھی جماعت اور بہت اچھا مذہب ہے۔ لیکن جتنی بد اخلاقی، عیاشی، زناکاری، اس جماعت خصوصاً ربوہ میں ہے، ایسی شاید ہی کہیں ہو۔ اسی صورت حال کی وجہ سے میں بددل تھا۔ پھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد اکرم طوفانی سے ملا تو انہوں نے جو کچھ بتایا وہ بالکل صحیح اور درست تھا، اس وجہ سے میں مولانا طوفانی صاحب کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر لیا۔ مجھے بہت سی داستانیں یاد ہیں، میں مرزا طاہر اور مرزا خاندان کی رنگینیوں اور عیاشیوں کو خوب جانتا ہوں، جنہیں تحریری صورت میں قوم کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

ندیم: رانا صاحب! آپ سے ملاقات کی بہت خوشی ہوئی۔ خدا آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔ پس دیوار یا پس پردہ قادیان کی رائل فیملی جو کر توت کرتی ہے، اسے ضرور منظر عام پر لائیں۔ ممکن ہے وہ حالات کسی غیر متمند اور شریف قادیانی کی ہدایت کا ذریعہ بن جائیں۔

ختم نبوۃ

ڈاکٹر دین محمد فریدی

قادیانیت

دہشت گرد تنظیم

قادیانیت ایک دہشت گرد تنظیم ہے، قادیانی جہاں حملہ آور ہوتے ہیں وہاں پہلے اپنے ایجنٹ پھیلاتے ہیں اور علاقہ کو اپنے شکنجہ میں جکڑ لیتے ہیں۔ قادیانیت ایک بے اصولی جماعت ہے، اس کا ایک ہی اصول ہے کہ مسلمانوں سے غداری، کافروں سے تعاون، چاہے یہودی ہو، عیسائی ہو، ہندو ہو، دہریہ ہو، قادیانیوں کے دوست ہوں گے اور قادیانی ان کے جی حضورے!! قادیانیت نہ مذہب ہے، نہ اس کا کوئی اصول ہے، سوائے اسلام کے مخالفت کے، البتہ ایک بات ہے کہ دنیا میں جتنی مذہبی، لسانی، گروہی اور دہشت گرد قسم کی تنظیمیں ہیں، ان سب میں منظم دہشت گرد تنظیم قادیانیت کی ہے، یہ اپنے پیروکاروں کو اس طرح شکنجہ میں جکڑتی ہے کہ اس سے ہلا نہیں جاتا۔ قادیان کی تاریخ پر نظر ڈالیں وہاں بھی قادیانیوں کو مقدس مقام کے نام پر آباد کیا مگر انجمن احمدیہ کے شکنجے میں جکڑ لیا، اس جکڑبندی میں بوالہوسی کا جو کھیل کھیلا، اس سے تنگ آئے ہوئے مرزائیوں نے جب احتجاج کیا تو کہیں فخرالدین ملتانی کو قتل کیا، کہیں عبدالرحمن مصری کو بے گھر کیا، کہیں عبدالکریم مباہلہ کا گھر جلایا، اختلاف کرنے والوں کے خلاف بائیکاٹ کا حربہ استعمال کیا، پاکستان بننے کے بعد انگریز کے اس کاسہ لیس کو سوڈی گورنر پنجاب کے طفیل چناب کے غربی کنارے پر ہزاروں ایکڑ زمین لیز پر کوڑیوں کے بھاؤ ملی، جو کہ انجمن احمدیہ کے نام وقف کر کے ہر بڑے قادیانی کو پلاٹ خریدنے اور مکان بنانے کا حکم دیا اور قادیان سے زیادہ سخت شکنجہ چناب نگر (ربوہ) میں کسا گیا، وہاں جو کچھ کھیل کھیلا گیا وہ شہر سدوم، ربوہ کا مذہبی آمر، کمالات محمودیہ، مرزا محمود کی بے اعتدالیاں، میں نے مرزائیت کیوں چھوڑی، نامی کتابوں میں واضح درج ہے۔ مرزائیت کے خلاف اتنا کچھ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے مگر مرزائیت پھر بھی پاکستان اور اسلام کے لئے مستقل خطرہ بنی ہوئی ہے۔

قادیانیت اسلام اور آئین پاکستان کی کھلے بندوں خلاف ورزی کر رہی ہے، ہر دور میں پاکستان کے لئے مسائل کھڑے کر رہی ہے، ہم احتجاج کرتے ہیں، لیکن حکومت وقت ٹال مٹول سے کام لیتی ہے، ہر دفتر میں کلیدی آسامیوں پر قادیانی قابض ہے یا قادیانی نواز ایجنٹ، قادیانی تنظیم کا تحفظ کر رہا ہے، ہمارا احتجاج ذرا آگے بڑھتا ہے تو قادیانی فوراً و بک جاتے ہیں بلکہ مظلوم بن جاتے ہیں، نام نہاد حقوق انسانی کی تنظیمیں اور ہر ضلع میں اسلام دوست نام پر تنظیموں میں قادیانی گھسے ہوئے ہیں۔ وہ قادیانیت کو مظلوم ثابت کر رہے ہیں، ماہ اپریل ۲۰۰۰ء کا رسالہ ماہنامہ "جدوجہد" لاہور قادیانیت کی حمایت میں صفحہ ۱۳ پر لکھتا ہے:

"ربوہ کا نام یک طرفہ طور پر تبدیل کروانے کے بعد احمدیت کے مخالفین اب دباؤ بڑھا رہے ہیں کہ ربوہ کی ۱۰۳۴ ایکڑ زمین کی لیز کو بھی ختم کیا جائے جو احمدیوں کے نام ہے۔"

یہ رسالہ بدنام زمانہ عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ کے نظریات کا ترجمان ہے، اور پاکستان میں کفر کا تحفظ اور اسلام کی مخالفت میں پیش پیش ہے۔ اس رسالہ پر نہ کسی پبلشر کا نام ہے، نہ مدیر و ایڈیٹر کا کیونکہ کچھ عرصہ قبل اس پر نام ہوتا تھا، رسالہ نے میرے خلاف جھوٹ لکھا۔ میں نے عزت ہتک کا دعویٰ کر دیا سول جج رانا مقبول خان بھکر کی عدالت میں بذریعہ وکیل معافی نامہ داخل کیا۔ اس کے بعد اس رسالہ سے تمام نام اڑا دیئے، کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ ہم نے جھوٹ قادیانیت سے لیا ہے اور قادیانیت ہی کو تحفظ دینا ہے، اب یہ بھی کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ چناب نگر کی زمین قادیانیت کے نام لیز ہے حالانکہ قادیانیوں سے رقم وصول کر لی، کوٹھیاں اور مکانات بنوا لئے مگر زمین انجمن احمدیہ کے نام وقف ہے، اگر کوئی قادیانی چناب نگر (ربوہ) کا قادیانیت سے تائب ہوتا ہے تو اس کو اپنی جائیداد سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں، ہم تو قادیانیوں کے خیر خواہ ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ انجمن احمدیہ کا وقف حکومت اپنے قبضہ میں لے اور وہاں کے باشندوں کو جو وہاں آباد ہیں انہیں مالکانہ حقوق دے دے تاکہ مظلوم لوگ رائل فیملی کے شکنجے سے نکل سکیں۔ اس شکنجہ کا ایک واقعہ ہمارے ہاں ہوا، ایک شخص محمد سلیمان مغل چک نمبر ۹ ۴۳/ ایم ایل تحصیل دریا خان ضلع بھکر پچھلے سال اپنی بیوی اور پانچ بچوں سمیت مسلمان ہو گیا، اس کا

ختم نبوۃ

اندان والدین اور سسرالی رشتہ دار سب قادیانی ہیں، ان کے مسلمان ہونے پر بھکر کی قادیانیت میں کھلبلی مچ گئی کیونکہ بھکر کے مشہور قادیانی عبداللطیف مومن کا بہ اور نسبتی ہے، تمام ضلع کے قادیانیوں نے مل کر محمد سلیمان مغل پر دباؤ ڈالا لالچ کا حربہ استعمال کیا، مگر وہ اسلام پر مضبوط رہے پھر قادیانیوں نے اس کے قادیانی باپ فضل الرحمن کو آگے لگایا، قادیانیوں نے بھی اس پر تشدد کیا، اس کی نو مسلم بیوی کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا گیا، مسلمانوں میں پروپیگنڈا مہم شروع کر دی کہ یہ باپ کا گستاخ ہے، گھر کا جھگڑا ہے، یہ نافرمان ہے، ایک پولیس آفیسر حاضر سروس قادیانی اللہ بخش خدا اخش تھوکر جو کہ اسی چک کا باشندہ ہے متعصب قادیانی ہے چک کی نمبرداری بھی قادیانیوں کے پاس ہے وہ ان ظالموں کا مکمل پشت پناہ ہے علاقہ کے مسلمان باشندوں میں خوف و ہراس پھیلایا گیا۔ محمد سلیمان کو بے گھر کر دیا گیا، جو زمین وہ قادیانی ہوتے ہوئے کاشت کرتا تھا، قادیانی باپ نے چھین لی۔ محمد سلیمان مغل نے تھانہ دریاخان درخواست دی تو اللہ بخش خدا اخش تھوکر کی پولیس آفیسری کے خوف اور اثر ورسوخ سے کارروائی نہ ہوئی۔ سلیمان اور اس کے بچے بان جویں سے محروم کر دیئے گئے۔ مسلمانوں کو اس کے تعاون سے روکا گیا، جب بندہ کو علم ہوا تو کھل کر میدان میں آیا۔ قادیانی پولیس آفیسر کو بھی للکارا اور قادیانیوں کو بھی بالآخر مذکور کا قادیانی باپ اپنی زمین ایک مسلمان کو ٹھیکہ پر دے کر چناب نگر فرار ہو گیا۔ بندہ نے بحیثیت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ دار کے محمد سلیمان مغل کو تحفظ فراہم کیا۔ چک نمبر ۴۹ ایم ایل میں رہائش پر تعاون کیا جبکہ قادیانی پولیس افیسر اور چک کے قادیانی نمبردار کے خوف سے پٹواری بھی تعاون نہیں کر رہا تھا، جب قادیانیوں نے دیکھا کہ سلیمان مغل کو تو تحفظ مل رہا ہے، تو قادیانی مرکز کے حکم سے اس کا قادیانی باپ اور بھائی اسے تنگ کرنے پر پہنچ گئے اور اس کے خلاف جھوٹی درخواستیں پولیس میں گزاری جو کہ ڈی ایس پی بھکر کے پاس برائے انکوائری آئیں۔ بندہ خود پیش ہوا، صورت حال کی وضاحت کی۔ مرزائی کی درخواست خارج ہو گئیں تو اس کے قادیانی باپ نے سول جج بھکر کے ہاں درخواست گزار ہوا کہ محمد سلیمان کو زمین میں مداخلت سے روکا جائے۔ مقررہ تاریخ پر مسلمانوں کی جانب سے راؤ محمد اسلم ایڈووکیٹ پیش ہوئے، مرزائیوں کی جانب سے شیخ جاوید ایڈووکیٹ، بندہ نے عدالت کو استدعا کی کہ محمد سلیمان کا مرزائیوں کے نزدیک یہی قصور ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا، یہ غریب آدمی ہے، مزدوری کرتا ہے اس کے خلاف مقدمہ بالکل جھوٹا

باقی صفحہ ۲۵ پر

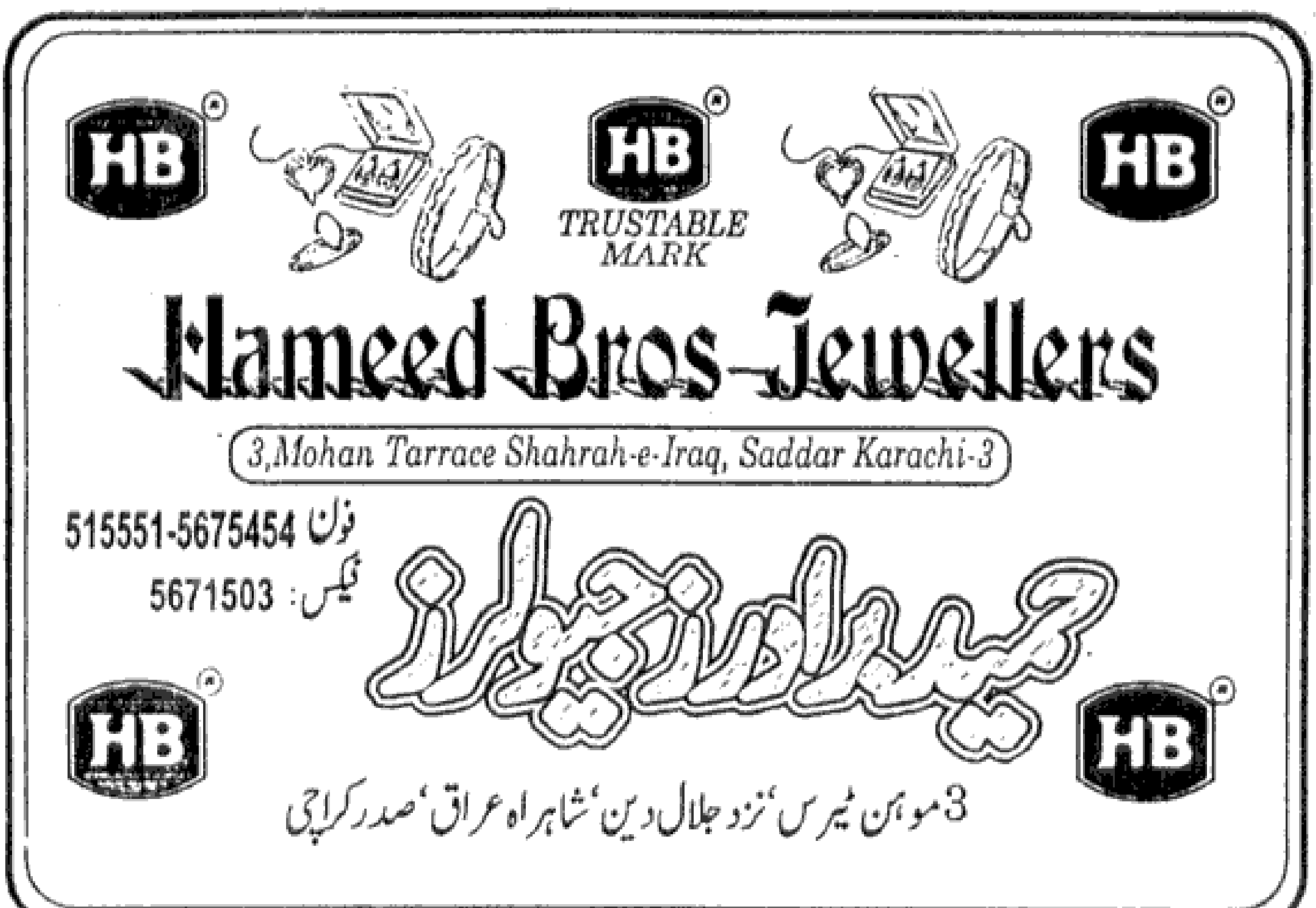

تحریر: م-ب (سابق قادیانی)

چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی کا اصل روپ

چودھری ظفر اللہ خان مشہور و معروف سیاستدان، قادیانیت کا ستون اور مثالی انگریز نواز تھے۔ وہ برٹش سامراج کی غلامانہ خدمات اور ان کے خود کاشتہ پودے (قادیانی مذہب) کے سرگرم رکن ہونے کے باعث دنیوی ترقی کی منازل بہت تیزی سے طے کرتے چلے گئے۔ سر ظفر اللہ چونکہ ساری زندگی بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ اس لئے اکثر ناواقف ان کی زندگی بڑی خوشگوار اور مطمئن خیال کرتے تھے اور اب بھی اکثر لوگ سمجھتے ہیں، خاص طور پر قادیانی حضرات تو ان کی بظاہر شاندار زندگی اور بڑے عہدوں پر تعیناتی کو قادیانی مذہب کی حقانیت پر دلیل قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، سر ظفر اللہ کی بظاہر شاندار زندگی اندر سے بالکل کھوکھلی اور عبرتناک تھی، ان کی ساری عمر گھریلو سکون نصیب نہ ہوا، انہوں نے تین شادیاں کیں، تینوں کا انجام حسرتناک رہا، کوئی شادی کامیاب نہ رہی، کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی، اس کا بھی انہیں ساری عمر قلق رہا۔ ظفر اللہ کو اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہوتے ہوئے نیز حکومت اور اپنے مذہبی سربراہوں کی مکمل تائید و مدد کے باوجود ساری عمر جن جن حسرتوں، ناکامیوں اور نامرادیوں کا سامنا رہا، اور بالآخر نہایت عبرتناک ذلت آمیز موت سے ہم آغوش ہونا پڑا۔ اس کا مفصل حال قارئین درج ذیل سطور پر پڑھیں گے۔ ان حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف نوع کے عذاب ان پر وارد کئے گئے تاکہ انہیں خبردار کیا جائے کہ قادیانیت سے توبہ کرلیں مگر انہوں نے اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا۔

سر ظفر اللہ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے، ان کے والد مرزا غلام احمد قادیانی سے متاثر تھے اور قادیان آتے رہتے تھے۔ ظفر اللہ بھی کبھی کبھار ان کے ساتھ قادیان جانے لگے۔ حکیم نورالدین کی دوربین نظر نے لڑکے کی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور ان کے والد کو خط لکھا کہ بیٹے کی بیعت کرادو۔ یہ ۱۹۰۷ء کی بات ہے، پوسٹ کارڈ ظفر اللہ نے بھی پڑھا، جب والد کے ساتھ قادیان گئے تو ان کا خیال تھا والد بیعت کے لئے کہیں گے، مگر نہ جانے کیوں انہوں نے بیٹے سے اس سلسلے میں کچھ بھی نہ کہا، حتیٰ کہ واپس سیالکوٹ جانے لگے لیکن ظفر اللہ پر چونکہ حکیم نورالدین کا اثر تھا اس لئے ان کے خط کے پیش نظر ستمبر ۱۹۰۷ء میں مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ابتدائی تعلیم مشن اسکول سیالکوٹ میں حاصل کرکے ۱۹۱۱ء میں گورنمنٹ کالج سے گریجویشن کیا۔ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۴ء تک کنگز کالج کیمبرج انگلینڈ میں پڑھے اور بیرسٹری پاس کی۔ نیز انگلستان، سوئٹزرلینڈ اور جرمنی کا سفر کیا۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ظفر اللہ بچپن سے ہی مشن اسکول، قادیانیت اور برٹش سامراج کے جال میں پھنس گئے، نوعمری میں ہی انگلینڈ میں انہیں اپنی خاص نگرانی میں انگریزوں نے اعلیٰ تربیت دی اور پھر ساری عمر اس لڑکے کی عقل، علم، ہوشیاری اور صلاحیتوں کو جس طرح چاہا استعمال کیا۔

یورپ سے واپسی کے بعد ظفر اللہ قدرے ماڈرن ہوگئے تھے، ان کا گھرانہ زمیندار تھا، ان کے والد اپنے خاندان کی ایک سیدھی سادی لڑکی سے ان کی شادی کرنا چاہتے تھے جبکہ ظفر اللہ کسی ماڈرن لڑکی سے شادی کرنا چاہتے تھے لیکن والد کے سامنے پیش نہ چلی اور مجبوراً شادی ہوگئی، لیکن ظفر اللہ نے عملی طور پر اس لڑکی کو کبھی بیوی کے طور پر قبول نہ کیا، نہ اس سے میل جول رکھا، حتیٰ کہ ۱۹۲۶ء میں والد کا انتقال ہوگیا، والد کے انتقال کے بعد سر ظفر اللہ نے اپنی مرضی سے ایک ماڈرن، تعلیم یافتہ، اپنی پسند کی تیز طرار لڑکی "بدر" سے شادی کرلی، جس سے ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی، جس کا نام امت الحیٔ ہے۔ اس کے بعد کوئی اور اولاد نہ ہوئی، سر ظفر اللہ کو نرینہ اولاد کی بہت خواہش تھی، اس لئے وہ ساری عمر بہت دعائیں، دوائیں، مجاہدے، خیرات، صدقے اور سب حیلے کرتے رہے، مگر نصیب میں بیٹا نہ تھا اور یہ نعمت قادیانی پیر اور برطانوی سامراج بھی دینے میں ناکام رہا، بعض بزرگوں نے تو ظفر اللہ سے کہہ دیا تھا کہ چونکہ تم نے پہلی بیوی سے اچھا سلوک نہیں کیا اور دوسری شادی والد کی مرضی کے خلاف کی، اس طرح اس کی روح کو دکھ پہنچایا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ تم سے سخت ناراض ہے اور تمہارے ہاں بیٹا نہیں ہوگا۔ اس ماڈرن بیوی نے ویسے بھی چودھری

صاحب (ظفر اللہ) کو وہ تگنی کا ناچ نچایا کہ چودھری صاحب اس سے زیادہ تر دور ہی رہنے لگے اور اپنے پیرومرشد مرزا کی فیملی میں دلچسپی لینے لگے۔ مرزا بشیر الدین محمود، مرزا غلام احمد کے بیٹے جو کہ ۱۹۱۴ء میں قادیانیوں کے خلیفہ دوم بن چکے تھے۔ یہ سر ظفر اللہ کے قریباً ہم عمر تھے، مرزا بشیر الدین محمود بہت ہوشیار، چالاک تیز فہم آدمی تھے، انہوں نے شروع سے ہی ظفر اللہ سے یاری گانٹھ لی۔ ظفر اللہ کا بھی گھریلو چپقلش کے باعث اپنے گھر دل نہ لگتا تھا، اس لئے اپنے پیر کے لڑکے، لڑکیوں میں دلچسپی لینے لگ گئے، یہ دلچسپی اتنی بڑھی کہ بیرون ملک سے پاکستان واپسی پر اپنے گھر کی جائے مرزا محمود کے گھر ہی قیام کرتے، ادھر ان کی بیوی (والدہ امت الحی) ان کی عدم توجہی سے شاکی رہنے لگی۔ غالباً ۱۹۶۲ء میں اس نے ظفر اللہ سے علیحدگی اختیار کرلی اور مشہور قادیانی سرمایہ دار شاہنواز سے شادی کرلی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ظفر اللہ کا بشریٰ ربانی ایک فلسطینی سے شادی کا سلسلہ بن رہا تھا جو ان کی بیوی پر گراں گزرا ہوگا، جب سابقہ بیوی نے شاہنواز سے شادی کرلی تو ظفر اللہ نے جو شاید اسی موقع کے منتظر تھے فوراً فلسطینی خوبرو دوشیزہ بشریٰ ربانی سے شادی رچالی۔ ظفر اللہ اس وقت ستر برس کے پیٹے میں تھے اور بشریٰ ربانی نوعمر دوشیزہ تھی۔ اس شادی پر مرزا غلام احمد کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد نے قادیانی آرگن "الفضل" میں مضمون شائع کیا جس میں اس شادی پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور سب قادیانیوں سے بیٹے کی پیدائش کے لئے دعا کی درخواست کی اور خود بھی دعا کی کہ اللہ پاک چودھری صاحب (سر ظفر اللہ) کو بیٹا عنایت کرے۔

مگر وائے افسوس کسی قادیانی کی دعا اس بارے میں شرف قبولیت نہ پا سکی۔ ہو سکتا ہے اس طویل مہلت سے فائدہ اٹھا کر چودھری صاحب قادیانیت سے تائب ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ انہیں اولاد نرینہ سے بھی نواز دیتا۔ یہ تیسری شادی بھی بے ثمر رہی، "بڈھا گھوڑا لال لگام" کے مصداق خوبصورت فلسطینی دوشیزہ کی ان سے نبھ نہ سکی۔ شنید ہے کہ بشریٰ ربانی کا نوجوان ناکام منگیتر اس سے ملنے کسی نہ کسی بہانے آتا رہتا تھا اور اس نے چودھری صاحب پر پستول بھی اٹھایا تھا۔ بالآخر اس قسم کے ناگفتنی حالات کی بنا پر یہ شادی بھی ناکام ہوئی اور علیحدگی ہوگئی اور ظفر اللہ بھری دنیا میں اکیلے بے یار و مددگار رہ گئے۔ ان کی بیٹی بھی اپنی ماں کا ساتھ دیتی تھی۔ اس لئے چودھری صاحب پر بیٹی کا گھر بھی بند تھا، مرزا محمود جو ان کا پیر اور یار تھا کئی سال سے مفلوج پڑا تھا، دو بھائی تکلیف دہ اموات سے مر چکے تھے اور چھوٹا بھائی اسد اللہ خان بھی فالج سے معذور تھا، کوئی ٹھکانا نہ تھا، کہنے کو ان دنوں ہالینڈ میں ہیگ کی انٹرنیشنل کورٹ میں جج تھے۔ بظاہر بڑی شان تھی لیکن اندرونی حالت یہ رہی کہ قریباً پندرہ سال ہالینڈ میں قادیانی مشن کے ایک چھوٹے سے کمرے میں رہتے رہے اور اس کے بعد ۱۹۷۳ء سے ۸۳ء تک انگلینڈ کے قادیانی مشن کے ساتھ ایک کوٹھڑی میں گزارے، کوئی عزیز پرسان حال نہ تھا، قادیانی مشنریوں کی بیویوں اور لڑکیوں سے دل بہلاتے رہتے، اکثر جب وہ ہوائی جہاز سے اترتے تو ان کے ساتھ کوئی نہ کوئی نوعمر لڑکا ہوتا تو عمر لڑکوں سے ان کی دلچسپی مشہور عام تھی۔

ہم نے اوپر جو کچھ لکھا، وہ بلا ثبوت نہیں بلکہ اکثر باتیں قادیانیوں کی اپنی کتابوں، رسالوں، اخباروں میں ہی درج ہیں۔ مثال کے طور پر قادیانی ماہنامہ "خالد" کے ظفر اللہ خان نمبر میں مرزا محمود کی سب سے چھوٹی بیوی "مہر آپا" چودھری ظفر اللہ سے اپنے تعلقات کا اظہار یوں کرتی ہیں:

"اپنی کوٹھی تعمیر ہونے سے قبل جب کبھی آپ حضرت فضل عمر (مراد مرزا محمود) سے ملاقات کے لئے آتے اور مرکز سلسلہ میں قیام فرماتے تو اپنے جس گھر میں حضور (مرزا محمود) کی باری ہوتی (مرزا محمود کی کئی بیویاں تھیں، ہر بیوی کے گھر باری باری جاتے) آپ بھی اسی گھر کے مہمان شمار ہوتے، جب کبھی مجھے آپ کی میزبانی کا موقعہ ملتا تو میں آپ کی بیماری کے پیش نظر مناسب غذا تیار کرواتی، ایک دفعہ آپ نے حضور سے کہا کہ: "مہر آپا میرے کھانے کا بہت تکلف سے اہتمام کرتی ہیں" ...... حضرت فضل عمر (مرزا محمود) کے سفر یورپ میں آپ تمام وقت حضور کے ساتھ ساتھ رہے، حضور کا تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتے، آپ کا سامان خود اٹھاتے رہے کیونکہ وہاں ہمارے ہاں کی طرح سامان اٹھانے کے لئے قلی وغیرہ عام نہیں ہوتے ...... دوران سفر وینس اٹلی پہنچے تو وہاں نہ کوئی قلی تھا نہ مزدور، حضرت چودھری صاحب نے تمام سامان اپنے کندھوں پر اٹھا اٹھا کر کار سے گنڈولے تک پہنچایا اور مسکراتے ہوئے فرمایا: "دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ اس قدر سامان نہ لے جائیں۔" خیر بیویوں کو پتہ تھا ظفر اللہ ساتھ ہے۔ خود ہی سامان اٹھاتا پھرے گا، وہ (چودھری ظفر اللہ) تو اپنے حبیب حضرت فضل عمر (مرزا محمود) کے عشق و محبت میں اپنی ذات سے بے نیاز ہو کر سب کام کر رہے تھے۔"

ختم نبوۃ

اس طرح کے واقعات رائل فیملی (خاندان مرزا) کے لوگ بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں، جن سے بڑے بڑے قادیانیوں کی غلامانہ خدمات کا اظہار ہوتا ہے، مقصد یہ کہ عام قادیانی جب یہ پڑھے گا کہ ظفر اللہ جیسا پائے کا قادیانی بزرگ رائل فیملی کا اتنا غلام اور گر کر خدمت کرتا ہے تو وہ بھی ہر طرح غلامی اور خدمت میں ترقی کرے گا، نہ صرف خود بلکہ اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے بھی "رائل فیملی" کی خدمت کروائے گا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ قادیانی اپنی ماؤں، بہوں، بیٹوں کو رائل فیملی کے افراد سے پردہ نہیں کرواتے اور ان کو مجبور کرتے ہیں کہ رائل فیملی کی ہر طرح تن من دھن سے سیوا کریں، ان کا اطاعت ایسے کریں جیسے کوئی چیز بے حس و حرکت ہو اور اس سے کچھ بھی کر گزرا جائے وہ چوں نہ کرے، چنانچہ اسی ماہنامہ "خالد" کے صفحہ ۱۲۹ پر ایک قادیانی مسمی عبدالمالک چودھری ظفر اللہ کی قادیانی خلیفہ مرزا ناصر سے ملاقات کا حال یوں بیان کرتے ہیں :

"ملاقات کے دوران میں نے دیکھا کہ آپ حضور (مرزا ناصر) کے سامنے اس طرح سے کھڑے ہیں گویا کوئی چیز بے حس و حرکت ہے۔ اس روز خاکسار نے اندازہ لگایا کہ ہم میں اطاعت کی وہ روح تاحال موجود نہیں جو امام کی قدر و منزلت کے لحاظ سے ضروری ہے۔"

قارئین اندازہ لگائیں کہ ایک طرف تو قادیانی اپنے مذہب کو اصل اسلام کہتے ہیں اور اہل اسلام کو گمراہ اور کافر قرار دیتے ہیں اور اپنے تئیں اسلام کے اندر سے برائیاں دور کر کے صحیح اسلام پر کاربند قرار دیتے ہیں، لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر تو دیکھیں کہ یہ کہاں کا اصلی اسلام ہے کہ اپنے آپ اور اپنی ماؤں، بہوں، بیٹیوں غرضیکہ ہر چیز کو گدی نشینوں کے اس طرح قدموں میں ڈال دو کہ مکمل اطاعت ہو جس سے وہ جو چاہیں، کر گزریں، جائز ناجائز اور حلال و حرام کا فرق ہی نہ رہے، انسان کو خدائے لم یزل بنا لینا، قادیانی مذہب کا شیوہ تو ہو سکتا ہے، اسلام کا ہرگز نہیں۔ جن قادیانیوں کی بیویاں رائل فیملی کی خدمت سے انکار کر دیتی ہیں، ان کا حال وہی ہوتا ہے جو ظفر اللہ کی بیویوں کا ہوا کہ خاوند نے اپنا ایمان کامل مرزا پر ثابت کرنے کے لئے اپنی بیویوں کو چھوڑ دیا، قادیانی نبی اور ان کے خود ساختہ خلفا ہی نہیں، دیگر بعض نام نہاد دنیا پرست اور گدی نشینوں کو بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی دولتمند ان کے چکر میں پھنس جائے یا کار آمد شخ: مریدی کے جال میں آجائے تو کوشش کر کے اس کو گھربار سے متنفر کر کے اپنے ڈیرے کے لئے وقف کر لیتے ہیں تاکہ اس کی صلاحیتوں اور دولت سے اپنی ذات کے لئے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے، یہی قادیانی "خلیفہ" مرزا محمود نے ظفر اللہ کے ساتھ کیا کہ اسے گھربار سے متنفر کر کے اپنی ذات کے لئے اس سے نوکر چاکر کی طرح کام لیا اور ذاتی فائدے کے لئے اپنی فیملی کی مستورات تک کو اس کے سپرد کر دیا اور ظفر اللہ کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ حاصل کیا اور اس سے قادیانی مذہب کے لئے عالمی مبلغ کا کام لیا اور دنیا میں کئی جگہ ظفر اللہ کے ذاتی خرچ سے مشن ہاؤس تعمیر کروائے، اس سے ساری دولت وصیت نامے کے ذریعے قادیانی مشن (یعنی مرزا قادیانی کی آل اولاد جس کی وارث ہے) کے نام لکھوالی۔

"مہر آپا" جو مرزا محمود کی ساتویں بیوی تھیں، مرزا محمود کی عمر ۶۰ سال کے قریب تھی اور مہر آپا قریباً ۱۹ برس کی تھی، جب یہ شادی ہوئی، سر ظفر اللہ اپنی سروس کے دوران زیادہ تر یورپ میں ہی رہے، اپنی بیویاں، بیٹی، گھربار کی تو کبھی خبر نہ لی لیکن مرزا محمود اور ان کی فیملی کو خوب سیر و سیاحت کراتے۔ "مہر آپا" میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے، محترمہ اپنے مضمون میں آگے چل کر تحریر کرتی ہیں :

"اس احساس کے تحت کہ میں گوشت کی کوئی چیز نہیں کھا رہی، چودھری صاحب نے حضور سے کہا (حضور سے مراد مرزا محمود ہے) حضور! میں حسب سابق شرع کی پابندی ملحوظ رکھتے ہوئے مہر آپا کے لئے ایک خاص ڈش کا انتظام کرتا ہوں، ان کو وہ ضرور پسند آجائے گی، یہ کہہ کر آپ نے اس ڈش کا آرڈر دیا، جب وہ ڈش تیار ہو گئی تو چودھری صاحب نے حضور سے کہا کہ یہ خاص طور پر "مہر آپا" کے لئے بنوائی گئی ہے، ان سے کہیں اب تو کھالیں، ڈش دیکھنے میں خوش نظر تھی مگر میرا دل کسی طور راضی نہ ہوا اور میں نے ڈش چپکے سے چھپا دی......

اسی طرح آسٹریا میں ایک دفعہ کھانے کا وقت ہوا تو ہم ہوٹل میں آگئے، چودھری صاحب نے میرے لئے بھی انڈوں کا سوپ منگوایا، انہیں معلوم نہ تھا کہ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا، جب چودھری صاحب کو پتہ چلا کہ میں وہ نہیں پی رہی تو آپ نے "زری خورم" کہتے ہوئے پی لیا۔

ایک بار وینس میں چودھری صاحب نے ہم مستورات کے لئے کھلے سمندر کی سیر کا انتظام کیا ...... صاحبزادی امت الجمیل، صاحبزادی امت المتین (مرزا محمود کی صاحبزادیاں جو کہ دوسری بیویوں سے ہیں) اور میں سیر کے لئے گئے۔ سیر کے دوران چودھری صاحب بہت سے اہم تاریخی مقامات دکھاتے چلے گئے اور ساتھ ساتھ ان کا تاریخی پس منظر بھی بتاتے رہے، طوالت کے خوف سے صرف مختصر اقتباسات ہی درج کئے ہیں۔

قادیانیوں کے اپنے لٹریچر سے ثابت ہے کہ چودھری صاحب اپنے پیر اور ان کے کنبہ میں اس

ختم نبوۃ

قدر مست تھے کہ انہیں اپنے گھربار تک کا ہوش نہ تھا، اپنی ۹۳ سالہ عمر میں ۹۰ سال تک انہوں نے گھر کا رخ نہ کیا۔ تاآنکہ صحت نے بالکل جواب دے دیا اور موت سر پر منڈلاتی نظر آنے لگی تو ۱۹۸۳ء میں بیٹی کے پاس لاہور آگئے۔ اسی بیٹی کے گھر ان کی سابقہ بیوی بھی رہتی تھی، ساری عمر بیٹی کے گھر نہ ٹھہرتے تھے کہ ماں کو وہاں سے نکالو، مگر بیٹی اس کے لئے تیار نہ ہوئی، آخر مرن کنارے ذلیل ہو کر اسی بیٹی اور سابقہ بیوی کے سامنے اسی کے گھر رہ کر چل بسے۔

مرزا محمود نے بھی ظفر اللہ کو خوب پھانسے رکھا، ایک دفعہ مرزا محمود نے لندن میں میموں کا ڈانس دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو چودھری صاحب انہیں ایسی جگہ لے گئے جہاں میموں کا عریاں ڈانس ہو رہا تھا، اس اجمال کی تفصیل معہ حوالہ جات کے ہفت روزہ "ختم نبوت انٹرنیشنل" کے ایک گزشتہ شمارے میں تحریر ہو چکی ہے۔

بعض اور مشہور نامور مسلمان ہستیاں مثلاً مولانا محمد حسین بٹالوی، علامہ اقبال، سر فضل حسین، شیخ تیمور وائس چانسلر خیبر یونیورسٹی، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، میر عباس علی لدھیانوی، مولانا لال حسین اختر، زیڈ اے سلہری وغیرہ بھی شروع میں قادیانی تحریک سے متاثر ہوئے لیکن اپنی خداداد ذہانت اور بصیرت کے باعث وہ جلد ہی قادیانیت کے جال سے نکل گئے۔ اہل اسلام کو اور خاص کر ہندوستان کے نامور مسلمان لیڈروں کو سر ظفر اللہ قادیانی سے بھی امید تھی کہ وہ جلد یا بدیر دوبارہ اہل اسلام میں واپس شامل ہو جائیں گے مگر جیسا کہ اوپر کے حالات سے معلوم ہوتا ہے، مرزا محمود نے ان کے اردگرد ایسا تانابانا بن دیا تھا کہ وہ اس میں سے نکل نہ سکے۔ مرزا محمود کو بھی دھڑکا تھا کہ سر ظفر اللہ ہاتھ سے نکل جائے، اس لئے وہ چودھری صاحب پر ہر طرح کی نوازشات کرتے تھے، مثلاً یہ کہ بڑے بڑے پاکستان کے شہر مثلاً لاہور اور کراچی کی امارت ہمیشہ کے لئے چودھری صاحب کے خاندان کے نام کر دی۔ یعنی لاہور اور کراچی کی قادیانی جماعتوں کا سربراہ (جسے امیر جماعت کہا جاتا ہے) ہمیشہ چودھری ظفر اللہ کے خاندان سے ہو۔ چنانچہ لاہور کا پہلا امیر جماعت چودھری ظفر اللہ کا چھوٹا بھائی چودھری اسد اللہ رہا، جب وہ مفلوج ہو گیا تب سے چودھری ظفر اللہ کا بھتیجا اور داماد حمید نصر اللہ لاہور کی قادیانی جماعت کا امیر ہے۔ اسی طرح کراچی کی جماعت کا امیر سر ظفر اللہ کا بھائی چودھری عبداللہ خان ساری عمر رہا، جب وہ بلڈ کینسر کی بیماری میں مبتلا ہو کر ۱۹۵۹ء میں مر گیا تو ان دنوں شیخ رحمت اللہ نائب امیر تھا، وہ چودھری عبداللہ کی موت کی وجہ سے امیر جماعت ہو گیا۔ اس پر چودھری خاندان نے احتجاج کیا، چنانچہ فوری طور پر ربوہ (چناب نگر) سے مرزا محمود نے ایک وفد، مولوی اللہ دتہ جالندھری، مولوی جلال الدین شمس اور مولوی غلام احمد فرخ (جو چوٹی کے قادیانی مربی تھے) پر مشتمل، کراچی بھیجا جس نے سمجھا بجھا کر نیز کچھ لوگوں سے الزامات لگوا کر شیخ رحمت اللہ کو امارت سے علیحدہ کیا اور اس کی جگہ چودھری ظفر اللہ کے قریبی عزیز چودھری احمد مختار کو امیر جماعت کراچی نامزد کر دیا، جو تب سے امیر چلا آرہا ہے۔ یہاں یہ امر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ قادیانی قوانین کے مطابق کوئی امیر جماعت تین سال سے زائد نہیں رہ سکتا۔ تین سال بعد انتخابات کر کے دوسرا امیر بنانا ہوتا ہے لیکن چودھری احمد مختار ۲۶ سال سے امیر جماعت چلا آرہا ہے۔

اسی طرح لاہور کا امیر جماعت چودھری ظفر اللہ کا بھتیجا ہے جو سالہا سال سے امیر جماعت چلا آرہا ہے، اگر کسی جماعت کا امیر قادیانی خلیفہ کی مرضی کا نہ منتخب ہو تو وہ اس کا انتخاب کالعدم قرار دے کر اپنا کوئی پٹھو نامزد کر دیتا ہے۔ ان خاندانی مراعات کے علاوہ ظفر اللہ خان کو پوری دنیا میں قادیانی سرکاری ترجمان کی حیثیت حاصل تھی، وہ جس ملک میں بھی جاتے، قادیانی مشن کا پورا عملہ ان کے استقبال اور خدمت کو حاضر رہتا، وہ مشن ہاؤس میں رہتے اور وہاں کے مشنری اور ان کے بیوی بچوں کا فریضہ ہوتا کہ وہ ان کی ہر طرح خدمت کریں، چنانچہ ہیگ میں عالمی عدالت کے جج کے دوران وہ ہیگ کے قادیانی مشن ہاؤس میں پندرہ سال ۱۹۵۸ء سے ۱۹۷۳ء تک قیام پذیر رہے، اس کے بعد لندن کے قادیانی مشن ہاؤس میں فروری ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۳ء تک قیام پذیر رہے، قادیانی مشنری بھی اپنے خلیفے کی خوشنودی کے لئے اپنی فیملی کو چودھری صاحب کی سیوا کے لئے وقف کر دیتے، چنانچہ ہالینڈ کے قادیانی مشنری اپنے نو عمر بیٹے سے سر ظفر اللہ کے لگاؤ اور بے تکلفی کا اظہار فخریہ یوں کرتے ہیں:

> "ایک دفعہ میرا بیٹا عزیزم عزیز اللہ جب ہالینڈ آیا تو حضرت چودھری صاحب اسے مشن ہاؤس میں اپنا کمرہ دکھانے لگے...... میرے لئے یہ امر خوشی کا باعث ہے کہ حضرت چودھری صاحب کا سلوک میرے لڑکے عزیزم عزیز اللہ کے ساتھ بھی بڑا مشفقانہ تھا، آپ بعض دفعہ بڑی بے تکلفی سے اس کے ساتھ گفتگو فرماتے۔"

لندن کے قادیانی مشن کے مشنری کی بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

> "اس عاجزہ کو متواتر دس سال حضرت چودھری صاحب کی خدمت کی

توفیق عطا ہوئی۔ یوں تو ۱۹۵۹ء سے ہی حضرت چودھری صاحب اس تعلق کا آغاز ہوا، آپ ان دنوں جب بھی لندن تشریف لاتے، ہمارے ہاں تشریف لاتے اور ایک وقت کا کھانا ضرور ہمارے ساتھ تناول فرماتے لیکن ۱۹۷۳ء میں جب ہیگ سے مستقلاً نقل مکانی کر کے لندن تشریف لائے تو لندن مشن کے ایک فلیٹ میں جو ہمارے فلیٹ سے ملحق تھا، رہائش پذیر ہوئے۔

جب میری بچی امت الجمیل کی شادی ہوئی تو آپ روزانہ ہی شادی کے انتظامات کے بارے میں دریافت فرماتے، شادی سے چند روز قبل فرمایا: میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اسے کوئی اچھا سا تحفہ پیش کروں کیونکہ اس نے میری بڑی خدمت کی ہے، میری دوسری بیٹی امت النصیر کی شادی پاکستان آکر ہوئی، رخصتانہ سے قبل آپ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ امت النصیر سے الگ ملنا چاہتے ہیں، اس کا انتظام کر دیا گیا، آپ اندر تشریف لے گئے......الخ

ہمارے پاکستان آنے کے بعد حضرت چودھری صاحب جب بھی ربوہ تشریف لاتے ہمارے گھر ضرور قدم رنجہ فرماتے، میرے خاوند نے کئی بار اصرار بھی کیا کہ آپ کو ہمارے ہاں آنے سے زحمت اٹھانی پڑتی ہوگی، اس لئے آپ جب ربوہ تشریف لائیں تو ہمیں اطلاع فرما دیں ہم حاضر ہو جائیں گے لیکن نہ مانتے۔" (ایضاً صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴)

طوالت سے بچنے کے لئے مختصر اقتباسات دیئے گئے ہیں۔

سو قارئین حضرات! یہ وہ حالات تھے جن میں مست ہو کر ظفر اللہ صاحب ساری عمر اپنا گھربار، بیوی بچے تج کر قادیانیت اور راکل مرزا فیملی کے بندہ بے دام بنے رہے، کاش کہ وہ اپنی ساری صلاحیتیں اور دولتیں اور عقیدتیں اس چھوٹے سے قادیانی سازشی گروہ پر نچھاور کرنے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت اور پوری دنیائے اسلام اور امت محمدیہ کے لئے وقف کر دیتے، اس طرح وہ دین و دنیا اور آخرت سب میں سرخرو ہو جاتے، مگر انہوں نے سمندر کی وہیل

> ظفر اللہ قادیانی ساری عمر اپنا گھربار تج کر قادیانیت اور مرزا قادیانی کے بندۂ بے دام بنے رہے اور اپنی ساری صلاحیتیں اور عقیدتیں قادیانیت پر نچھاور کرتے رہے

بننے کے بجائے کنوئیں کا مینڈک بننے کو ترجیح دی اور بہمہ صلاحیت و عقل و دانش گھریلو زندگی میں بھی نامرادی میسر آئی اور جس تحریک کے لئے تن، من، دھن حتیٰ کہ اپنا مذہب دین اسلام چھوڑ بیٹھے تھے، اس کا بھی مرنے سے پہلے حسرت ناک انجام دیکھ لیا اور موت ایسے عبرتناک حالات میں ہوئی کہ غیر مسلم قرار پا چکے تھے اور ان کا پیر و مرشد فرار ہو کر اپنی ولی نعمت ملکہ کی آغوش میں لندن پناہ لے چکا تھا۔

چودھری ظفر اللہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ خسیس ہونے کی حد تک کنجوس تھے، ان کی خساست کے بہت سے دلچسپ واقعات ان کے نہایت قریبی عزیزوں اور دوستوں نے بیان کئے ہیں، جن میں سے نمونے کے طور پر چند ایک قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش خدمت ہیں:

☆......"پرنسس عابدہ سلطان آف بھوپال اقوام متحدہ امریکہ میں چودھری صاحب کی رہائش گاہ کا احوال یوں بیان کرتی ہیں:" چوتھی منزل کے اوپر ایک بہت ہی چھوٹا سا کمرہ تھا، اس میں ایک ٹوٹا پھوٹا سا پلنگ پڑا تھا اور دوسری عام ضروریات بھی اچھی طرح میانہ تھیں، میں یہ حالت دیکھ کر سمجھی کہ غالباً یہاں چوکیدار رہتا ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کس کا کمرہ ہے؟ تو معلوم ہوا کہ یہاں پاکستان کے وزیر خارجہ رہتے ہیں...... مجھے تو بہت برا لگا، میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ ان کو اتنا الاؤنس ملتا ہے، اتنی تنخواہ ملتی ہے، ان کے سارے اخراجات گورنمنٹ ادا کرتی ہے اور یہ ایسی پھٹیچر جگہ پڑے ہوئے ہیں اور یہ بات ہماری بدنامی کا باعث ہے کہ ہمارا وزیر خارجہ اس طرح پڑا ہوا ہے...... چونکہ میرے اور ان کے بہت بے تکلفی کے اور برسوں پرانے تعلقات تھے، چنانچہ پہلی فرصت میں، میں نے ان سے بہت جھگڑا کیا، میں نے کہا ظفر اللہ صاحب آپ کو کوئی عار محسوس نہیں ہوتی کہ آپ اس طرح پڑے ہوئے ہیں۔" (قادیانی ماہنامہ "خالد" دسمبر ۸۵ء)

☆......"چودھری ظفر اللہ خود بھی کہا کرتے تھے کہ میرے بارے میں مشہور ہے کہ یہ شخص کنجوس ہے، پاکستان کے وزیر خارجہ ہونے کے دوران ایک دوست آپ کے دفتر کے باتھ روم میں گئے اور دیکھا کہ ایک پرانے صابن کے ٹکڑے کے ساتھ نیا صابن جڑا ہوا ہے، یہ دیکھ کر وہ حیران ہوئے اور اس کا ذکر مکرم چودھری صاحب سے کیا۔ آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے، میں پرانا بچا ہوا صابن بھی ضائع نہیں کرتا بلکہ اسے نئے صابن سے جوڑ کر استعمال کرتا ہوں۔" (ایضاً ص ۱۲۳)

(باقی آئندہ)

غیر مسلم حکومت میں مسلم اقلیت کا کردار

مولانا سید وصی مظہر ندوی

کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اس وقت ایک ارب سے زائد مسلمان موجود ہیں اور الحمدللہ ان کی اکثریت بیسویں صدی کے اختتام سے قبل غیر مسلم استعمار سے آزاد ہو کر اپنے خود مختار ۵۵ ممالک میں آباد ہے' جن کی آبادی کی اکثریت بھی مسلمان ہے اور جہاں حکومت کے اختیارات بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں۔ بلاشبہ ان ممالک میں آباد مسلمانوں اور ان کی حکومتوں کو اسلامی احکام و تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنا اور ان کے مجموعی کردار کو اسلامی معیار کے مطابق بنانا بہت بڑا کام ہے جس کے لئے صحیح خطوط پر زبردست جدوجہد کی ضرورت ہے مگر اول تو اس سلسلہ میں مختلف تحریکیں' جماعتیں اور شخصیات پہلے ہی سرگرم عمل ہیں' دوسرے یہ کہ سردست یہ مسئلہ موضوع بحث نہیں ہے۔ میرا موضوع بحث اس وقت اس مسلم اقلیت کی دینی اور شرعی ذمہ داریوں تک محدود ہے جو غیر مسلم حکومتوں میں آباد ہے۔ پوری دنیا میں اس کی تعداد ایک اندازے کے مطابق مسلمانوں کی کل آبادی کا چالیس فیصد یا تقریباً چالیس پینتالیس کروڑ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں اور شرعی احکام کے مطابق اس اقلیت کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے اور انفرادی اور اجتماعی طور پر ان کے اسلامی فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں؟ افسوس ہے کہ ان سوالات پر بہت کم غور کیا گیا ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب مسلمان اور اسلام دنیا میں ایک غالب قوت کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس وقت یہ سارے مسائل سرے سے موجود ہی نہیں تھے کیونکہ ایک صدی سے زائد تک تو تمام مسلمان ایک ہی مسلم حکومت میں آباد تھے۔ خلافت راشدہ کے بعد ارباب اقتدار اگرچہ اسلامی تعلیمات سے بتدریج دور ہوتے چلے گئے تھے تاہم مسلمانوں کے تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات...... حکمرانوں کے تقرر و انتخاب کے علاوہ...... اسلامی شریعت کے مطابق ہی طے پاتے تھے۔ نظام صلوٰۃ و زکوٰۃ قائم تھا۔ حج باقاعدہ سرکاری اہتمام میں ادا کیا جاتا تھا۔ تمام مقدمات کا فیصلہ شریعت کے مطابق کیا جاتا تھا اور استثنائی مثالوں کو چھوڑ کر قاضی بالعموم کتاب و سنت کے مطابق آزادانہ فیصلے کرتے تھے۔ محاصل کی وصولی شریعت کے مطابق ہوتی تھی اگرچہ ان محاصل کے اصراف میں حکمران شرعی احکام سے انحراف کے مرتکب ہوتے تھے۔ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ باقاعدہ افواج کے علاوہ تمام مسلمان رضاکارانہ طور پر اسلامی ریاست کے دفاع کی ذمہ داری ادا کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ چنانچہ اس دور میں مسلمان کا کسی غیر مسلم حکومت میں جا کر مستقل آباد ہونے کا تصور ہی محال تھا۔ البتہ وقتی ضرورت کے تحت کوئی مسلمان "مستامن" کی حیثیت میں غیر مسلم ملک میں جاتا تھا اور تجارت وغیرہ کر کے واپس آجاتا تھا۔ غیر مسلم ملک میں رہتے ہوئے یہ مستامن صرف انفرادی طور پر ادا کئے جانے والے اسلامی احکام کے مخاطب تھے۔ چنانچہ نکاح و طلاق اور وراثت کے احکام کے وہ مکلف نہ تھے جن کے لئے قاضی کا فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ وہ باجماعت نماز ادا کرنے اور جمعہ کا اہتمام کرنے کے بھی پابند نہ تھے' دارالکفر میں ان کا قیام محض عارضی نوعیت کا ہوتا تھا اس لئے اجتماعی فرائض اور ذمہ داریاں ان پر دارالاسلام واپس آنے کے بعد عائد ہوتی تھیں۔

دوسری صدی ہجری کے آغاز ہی سے مسلمانوں کی یہ واحد سلطنت الگ الگ سلطنتوں میں تقسیم ہونا شروع ہوئی اور زوال و انحطاط کی صدیوں میں بارہا ایسے حالات پیش آئے کہ مسلمانوں کے چھوٹے بڑے کئی شہر جو سرحدوں پر واقع تھے مختصر یا طویل عرصے تک غیر مسلم حکمرانوں کی قلمرو میں شامل ہو گئے اور یوں بعض اوقات بڑی بڑی مسلم آبادیاں غیر مسلموں کی حکمرانی میں رہنے پر مجبور ہوئیں۔ مگر ہمارے مسلم فقہا اور قانون دانوں نے ان کی اس حیثیت کو کبھی مستقل تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ ایک طرف انہوں نے ان آبادیوں کو دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے کی تاکید کی تو دوسری طرف دارالاسلام کے مسلمانوں کو پابند کیا کہ وہ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کریں اور ان مسلمان آبادیوں کو پھر سے دارالاسلام میں شامل کرنے کی جدوجہد کریں حتیٰ کہ ان بستیوں کے قریب رہنے والے مسلمان اگر اس فریضہ کو ادا کرنے سے قاصر رہ جائیں تو تمام عالم

اسلام کے مسلمانوں پر اس فرض کفایہ کی ادائیگی درجہ بدرجہ لازم ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن انیسویں صدی میں آکر یہ صورت حال اس وقت یکسر بدل گئی جب انگریزوں‘ فرانسیسیوں‘ ولندیزیوں‘ اطالویوں اور پرتگالیوں نے ایشیا اور افریقہ کے بڑے بڑے مسلمان ملکوں پر قبضہ جمالیا۔ یوں بڑی بڑی مسلم آبادیاں غیر مسلم حکمرانوں کے زیر نگیں چلی گئیں اور کوئی ایسا دارالاسلام باقی نہ رہا جہاں ان علاقوں میں آباد مسلمان ہجرت کر کے جاسکتے‘ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کسی مسلمان ملک کے لئے ان کروڑوں مسلمانوں کو اپنی حدود میں آباد کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔ اس سے قبل بھی اسپین (اندلس) پر اگرچہ غیر مسلموں کا مکمل غلبہ ہو گیا تھا مگر یہ غلبہ جس تدریج سے ہوا تھا اسی تدریج سے عام مسلم آبادی کا انخلا بھی ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ جب اندلس پر عیسائی غلبہ مکمل ہوا تو وہاں سے مسلمانوں کا بھی تقریباً صفایا ہو چکا تھا اس لئے اس وقت یہ مسئلہ بڑے پیمانے پر پیدا نہیں ہوا۔ بیسویں صدی میں مسلمان ملکوں کے استعماری قوتوں سے آزاد ہو جانے کے باوجود‘ غلامی کے دور میں ان ممالک میں جا بسنے کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ آج بھی جاری ہے اور یوں اس وقت تقریباً ۴۵ کروڑ کے قریب مسلم اقلیت کی بڑی بڑی آبادیاں غیر مسلم اقتدار کے تحت زندگی گزار رہی ہیں۔ اس صورت حال کا حل اسلامی فقہ کے اس شاندار اور قیمتی ذخیرے میں بھی تلاش نہیں کیا جاسکتا جو اسلام کے غلبہ کے دور میں بڑی عرق ریزی اور دیدہ وری سے جمع کیا گیا تھا۔ چنانچہ مسلم اقلیتوں کو اس صورت حال سے نکالنے کا راستہ معلوم کرنے کے لئے براہ راست کتاب و سنت سے رہنمائی حاصل کرنا گزیر ہو چکا ہے‘ کیونکہ قیامت تک نمودار ہونے والے حالات کے لئے اسی ابدی سرچشمہ ہدایت سے ہی رہنمائی مل سکتی ہے۔

کتاب و سنت کی رہنمائی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾ (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: "درحقیقت اللہ کے رسول میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔"

چنانچہ منصب نبوت پر سرفراز ہونے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زندگی گزاری اس کے اندر ہر قسم کے حالات کے لئے بہترین رہنمائی موجود ہے جو درحقیقت قرآن حکیم کی تعمیل و تفسیر ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے عظیم کام کا آغاز کیا اس وقت آپ مکہ اور ملک عرب ہی میں نہیں تمام دنیا میں بالکل تنہا تھے‘ دنیا میں ہر جگہ کفر ہی کفر تھا‘ ان حالات میں آپ نے کام کا آغاز دعوت سے کیا۔

دعوت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے تین اجزا تھے:

(۱) رب العالمین‘ خالق کائنات کی بڑائی پر ایمان لا کر اسی کی عبادت اور بندگی بجالانا جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وربک فکبر﴾ (مدثر:۳)

ترجمہ: "اور اپنے رب ہی کی بڑائی کر۔"

﴿یایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ (البقرہ:۲۱)

ترجمہ: "اے لوگو! بندگی اپنے اس رب کی اختیار کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم (دنیا اور آخرت کی) کی ناکامی سے بچو۔"

(۲) موت کے بعد زندگی پر ایمان جس میں اس دنیا کے تمام کاموں کا حساب دینا ہو گا۔ سورۃ مطففین میں ارشاد ہے:

﴿الا یظن اولئک ...... لرب العلمین﴾ (سورہ مطففین: ۴ تا ۶)

ترجمہ: "کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ ان کو ایک عظیم (الشان) دن (پیشی) کے لئے اٹھایا جائے گا جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے (پیش) ہوں گے۔"

اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے ابتدائی زمانے میں اپنے قریبی اعزہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"بے شک تم اسی طرح (ایک دن) مر جاؤ گے جس طرح تم (روز) سو جاتے ہو‘ پھر تم کو ضرور اٹھایا جائے گا جیسے کہ تم جاگ جاتے ہو‘ پھر تم سے تمہارے اعمال کا ضرور حساب لیا جائے گا‘ پھر یا تو ہمیشہ کی جنت ہے یا ہمیشہ کی آگ (جہنم)۔"

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اطاعت کرنا اور اپنی زندگی کا تزکیہ کرنا (یعنی برائیوں کو چھوڑ کر اور نیکیوں کو اختیار کرنا)

﴿یٰس والقرآن الحکیم ...... فہم غفلون﴾ (یٰس آیت ۱ تا ۶)

ترجمہ: "قسم ہے قرآن حکیم کی کہ تم یقیناً رسولوں میں سے ہو‘ سیدھے راستے پر ہو (اور یہ قرآن) غالب اور رحیم ذات کا نازل کردہ ہے تاکہ تم خبردار کرو ایک ایسی قوم کو جس کے باپ دادا خبردار نہ کئے گئے تھے اور اس وجہ سے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔"

ایک دعوتی خطاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿یا یھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا والی الناس کافۃ﴾

"اے (میرے مخاطب) لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں اور دنیا کے تمام انسانوں کی طرف (بھی)۔"

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿قد افلح من تزکی﴾ (الاعلیٰ:۱۴)

ترجمہ: "کامیاب ہوا وہ جس نے پاکیزگی کا راستہ اختیار کیا۔"

دعوت پھیلانے میں حکمت:

دعوت کو پھیلانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت کو پیش نظر رکھا چنانچہ عام لوگوں سے پہلے جن کی طرف سے سخت مزاحمت اور مخالفت کا اندیشہ تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو دعوت پہنچائی جن سے آپ کے ذاتی تعلقات تھے یا جو آپ کے زیر اثر تھے اور جن کی جانب سے توقع تھی کہ وہ آپ کی دعوت بآسانی قبول کر لیں گے' ان میں سب سے پہلے آپ کی شریک حیات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے میں کامیابی کا یقین دلایا اور اس سلسلہ میں آپ کے اعلیٰ اخلاق اوصاف کا حوالہ دے کر کہا کہ:

"اللہ تعالیٰ آپ کو اس مہم کی تکمیل کے سلسلہ میں ہرگز بے یارومددگار نہ چھوڑے گا۔"

دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص رفیق اور دوست سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جن کے بارے میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ میں نے جس جس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی ان میں سے ہر شخص نے کچھ نہ کچھ تردد ظاہر کیا' البتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے مستثنیٰ ہیں کہ جب میں نے ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کی تو انہوں نے کسی تامل کے بغیر بلا پس و پیش میری دعوت کو قبول کیا۔

تیسرے آپ کے زیر تربیت آپ کے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی عمر اس وقت صرف نو سال تھی۔

چوتھے آپ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ وہ ابتدائی لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کی دعوت قبول کی۔

خاموشی سے دعوت پھیلانے کا یہ مرحلہ تین سال تک جاری رہا۔ اس مدت میں اچھی خاصی تعداد نے اسلام کی دعوت قبول کر لی جس کے بعد عام دعوت پیش کرنے کا مرحلہ شروع ہوا تاہم دعوت میں حکمت کو ملحوظ رکھنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی مصلحت کی خاطر اپنی دعوت کے تین نکات میں کسی طرح کی ترمیم قبول نہیں کی۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا یقین دلاتے ہوئے یہ ہدایت کی گئی:

﴿یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک...... واللّٰہ یعصمک من الناس﴾ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ: "اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا' اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔"

دعوت میں انہماک اور سرگرمی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر کام سے زیادہ آپ کی توجہ دعوت پھیلانے کی جانب تھی۔ اس سلسلہ میں آپ کا انہماک اور سرگرمی اس قدر زیادہ تھی کہ خود اللہ تعالیٰ نے نہایت لطیف انداز میں اس سرگرمی کی شدت کو اعتدال میں لانے کی ہدایت فرمائی:

فلعلک باخع نفسک...... الایۃ (الکہف:۶)

ترجمہ: "اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے تو شاید افسوس کی وجہ سے آپ ان کے پیچھے اپنی جان ہی دے دیں گے۔"

اس سرگرمی کی اصل وجہ کی طرف اگرچہ اشارہ خود آیت میں موجود ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی دعوتی خطبوں میں اس کو مزید واضح کیا ہے۔ چنانچہ جبل ابو قبیس پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ایک ایک خاندان کو پکار کر جمع کیا تو آپ نے فرمایا:

"میں قبیلے کا وہ فرد ہوں جو کسی حملہ آور دشمن کو دیکھ لینے کے بعد اپنے کپڑے چاک کر کے اپنے قبیلے کو حملہ آور دشمن کے خطرے سے آگاہ کرتا ہے' آپ کے الفاظ تھے ﴿انا النذیر العریان﴾ "میں تمہارے لئے ویسا ہی ڈرانے والا ہوں جیسا کپڑے پھاڑ کر دشمن کے حملے سے ڈرانے والا ہوتا ہے۔'

ایک اور موقع پر اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"قافلے سے آگے جا کر منزل کا پتہ کرنے والا خود اپنے اہل خاندان کو کبھی جھوٹی رپورٹ نہیں دیتا۔ خدا کی قسم اگر تمام دنیا سے میں جھوٹ بولتا تو (کم از کم) تم سے تو ہرگز جھوٹ نہ بولتا اور اگر میں تمام دنیا کو دھوکہ دیتا تو (کم از کم) تم کو تو دھوکہ نہ دیتا۔ میں تم کو ایک شدید عذاب آنے سے قبل سب سے پہلے باخبر کر رہا ہوں۔"

ایک اور خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ختم نبوت

فرمایا:

"جس طرح کیڑے، مکوڑے اور پروانے آگ میں ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے ہیں اور جل جل کر مرتے ہیں اسی طرح اے لوگوں تم بھی جہنم کی آگ کی طرف لپک رہے ہو اور میں تم کو تمہاری کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ میں گرنے سے بچا رہا ہوں۔"

ان خطبات اور دیگر قرآنی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ دعوت کی بنیاد انسانی ہمدردی اور انسان کو تباہی سے بچانے کا جذبہ ہونا چاہئے، خاص طور پر وہ تباہی جس کا سامنا مرنے کے بعد ابدی زندگی میں ہونے والا ہے۔

دعوت کے سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اسوۂ حسنہ ابھی بیان ہوا ہے اس سے حسب ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

(۱)...... مسلمان جب کسی غیر مسلم معاشرے میں اقلیت میں ہوں حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان بالکل ہی تنہا ہو تو ان سب سے بڑھ کر دعوت و تبلیغ میں سرگرم ہونا چاہئے۔ دعوتی سرگرمی کا اصل مقصد یہ ہے کہ داعی کے نزدیک دعوت دینے کا کام اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز اور اس کے ہر دوسرے کام پر مقدم ہو اور ظاہر ہے کہ کسی غیر مسلم معاشرے میں ہر مسلمان پر دعوت کی ذمہ داری زیادہ شدید ہو جاتی ہے کیونکہ اسلامی ریاست میں تو دعوت الی الخیر کی بڑی ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے جبکہ افراد اپنے اختیارات ریاست کے سپرد کر کے بڑی حد تک بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔

(۲)...... دعوت کے بنیادی اصولوں (توحید، روز جزا اور رسالت پر ایمان) کو پیش کرنے میں کسی قسم کی مداہنت کی گنجائش نہیں۔

(۳)...... اس دعوت کا محرک انسانیت کے ساتھ گہری ہمدردی کا جذبہ ہونا چاہئے جس کی وجہ سے آدمی بے چین ہو کر تباہی کی طرف جانے والے شخص کو روکنے کی کوشش کرتا ہے، داعی کفر اور گمراہی سے ضرور نفرت کرتا ہے مگر کافر اور گمراہ سے ہمدردی رکھتا ہے اور اس کو برے انجام سے بچانے کے لئے سخت فکر مند ہوتا ہے۔

(۴)...... اصل تباہی جس سے بچانا داعی کا مقصود ہوتا ہے اور ہونا چاہئے وہ آخرت کی تباہی اور نامرادی ہے۔

دعوت پھیلانے کے وسائل:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت کو پھیلانے اور پہنچانے کے لئے اپنے زمانے کے تمام وسائل کو استعمال کیا اور اخلاقی حدود میں رہتے ہوئے ہر ممکن طریقے کو آزمایا ہے:

(الف)...... اجتماعی طور پر ان کو کھانے پر بلا کر اپنی دعوت پیش کی۔

(ب)...... اپنے رشتہ داروں اور احباب سے تنہائی میں ملاقاتیں کر کے ان کے سامنے اپنا پیغام پیش کیا۔

(ج)...... مختلف معاشرتی اجتماعات میں پہنچ کر حتیٰ کہ میلوں، ٹھیلوں اور بازاروں میں جا کر اسلام کی دعوت پہنچائی۔

(د)...... عام اجتماعات کے ذریعہ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری قوم کے سامنے اپنی دعوت کو پیش کیا، جس کی مثال ابو قبیس پہاڑ کے دامن میں قریش کے اجتماع عام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ہے۔

(ہ)...... مدینہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط اور سفیروں کے ذریعہ سے بھی اپنی دعوت پہنچائی۔

دور حاضر کے حالات اور مسائل کو دیکھتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ کے مطابق غیر مسلم حکومتوں میں بسنے والے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ:

☆...... اپنی جملہ سرگرمیوں میں اسلام کی دعوت کو سب سے زیادہ اہمیت دیں۔

☆...... ہر مسلمان اپنے علم اور ذاتی صلاحیت کے مطابق دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کرے۔

☆...... اجتماعی طور پر مبلغین کو تیار کرنے کے ادارے قائم کئے جائیں۔

☆...... حالات اور ماحول کے مطابق مختلف طبقات کے لئے تبلیغی لٹریچر تیار کر کے پھیلایا جائے۔

☆...... آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں سے کام لیا جائے، جہاں ممکن ہو ریڈیو اور ٹی وی کے چینل حاصل کئے جائیں اور انٹرنیٹ سے بھی استفادہ کیا جائے۔

☆...... مختلف علاقوں اور طبقوں کے لئے دعوتی وفود ترتیب دیئے جائیں۔

☆...... چھوٹے بڑے دعوتی اجتماعات منعقد کئے جائیں۔

تاہم اس دعوت کے پھیلانے کا کوئی مادی معاوضہ طلب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ کسی نوع کا معاوضہ لینے کے بعد داعی کی آواز بے اثر یا کم اثر ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اکثر انبیاء علیہم السلام کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

﴿وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین﴾ (الشعرا: ۱۰۹، ۱۲۷، ۱۴۵، ۱۶۴، ۱۸۰)

"میں تم سے اس (دعوت) پر کوئی اجر یا بدلہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔"

مادی معاوضہ نہ سہی بعض حضرات کے سامنے شہرت، ناموری، قوم کی ستائش یا ووٹوں کا حصول وغیرہ مقاصد ہو سکتے ہیں لیکن یہ بھی دنیوی اجر کے طلب کی مختلف شکلیں ہیں۔ داعی کو ان سب چیزوں سے اپنا دامن پاک رکھنا چاہئے۔

از قلم: حافظ محمد حنیف ندیمؒ

فرار کے وقت مرزا طاہر کے محافظ دستے کے ڈرائیور

اختر حسین رانا کا قبول اسلام

صدیق آباد میں ۷،۸ اکتوبر کو آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں احقر بھی شریک ہوا، وہاں ایک نشست میں اعلان ہوا کہ :

"اب آپ کے سامنے وہ نوجوان آتا ہے جو قادیانی پیشوا مرزا طاہر کے فرار کے وقت اس کے محافظ دستے کا ڈرائیور تھا۔"

چنانچہ وہ نوجوان آیا جس کا حاضرین سے تعارف کرایا گیا، بزرگوں نے اسے سینے سے لگایا اور اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، اس نوجوان کا نام: "اختر حسین رانا" جب اس کا نام اسٹیج پر لیا گیا تو میں نے مولانا محمد اکرم طوفانی مبلغ سرگودھا سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کیں، کیونکہ اس نوجوان نے انہی کے ہاتھ پر اور انہی کی کوششوں سے اسلام قبول کیا تھا۔ مولانا طوفانی نے کہا کہ بجائے اس کے کہ میں اس کا تعارف کراؤں، خود اسی کو بلا لیتا ہوں، جو کچھ پوچھنا ہے، اسی سے پوچھ لیں۔ میں نے کہا یہ تو اور بھی اچھا ہے کہ براہ راست اسی سے گفتگو ہو جائے گی، چنانچہ اسے بلایا گیا۔ ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ میری بھی آپ سے ملاقات کی خواہش تھی۔ اچھا ہوا کہ یہ کانفرنس ملاقات کا ذریعہ بن گئی۔

ندیم: آپ کا سابقہ گاؤں اور ضلع کونسا ہے؟ اور یہ کہ کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟

رانا اختر: میرا تعلق ارلانہ تحصیل نیسنگ ضلع کرنال سے ہے اور میں آپ کو جانتا ہوں۔

ندیم: وہ کیسے؟

رانا اختر: آپ کا تعلق روڑہ ضلع خوشاب سے ہے؟

ندیم: کبھی تعلق زیادہ رہا ہے، اب بہت کم آنا جانا ہے، ویسے میں سب کو جانتا ہوں۔

رانا اختر: میرا وہاں رشتہ داری کا تعلق ہے۔

ندیم: آپ کسی کا نام بتائیں گے؟

رانا اختر: رانا محمد شفیع اور رانا نثار میرے انتہائی قریبی رشتہ دار ہیں۔

ندیم: تب تو آپ کافی قریب ہوئے..... لیکن یہ بتائیں کہ یہ قادیانیت کے جال میں کیسے پھنس گئے؟

رانا اختر: میں کراچی میں تھا تو وہاں ایک قادیانی لیڈر کے ہتھے چڑھ گیا۔ اس نے میرے ذہن کو خراب کیا، مختلف قسم کے لالچ بھی دیئے، بس میں ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

ندیم: اس کے بعد کیا ہوا؟ اور آپ کی ڈیوٹی کیا لگی؟

رانا اختر: اس کے بعد انہوں نے مجھے پنجاب بھیج دیا اور میں قادیانی جماعت کے صوبائی امیر مرزا عبدالحق کا ڈرائیور ہو گیا، قبول اسلام تک وہیں ڈرائیور رہا، یہ جو مرزا عبدالحق ہے، صوبائی امیر کے علاوہ قادیانی اسٹیٹ کی سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بھی ہے۔ تمام تنازعے، فیصلے کے لئے اسی کے پاس پہنچتے ہیں۔

ندیم: ابھی جلسہ میں اعلان کیا گیا تھا کہ آپ کو قادیانی جماعت کے پیشوا مرزا طاہر کے فرار کا علم ہے اور آپ اس محافظ دستے کے ڈرائیور تھے جو مرزا طاہر کی حفاظت پر مامور تھا، کیا یہ صحیح ہے۔

رانا اختر: یہ صحیح ہے۔ مرزا طاہر رات کی تاریکی میں فرار ہوا تھا، اس کی کار کے پیچھے قادیانی کمانڈوز کی گاڑی تھی جو سب کے سب مسلح تھے۔ میں اس گاڑی کا ڈرائیور تھا، میری یہ ڈیوٹی صوبائی امیر مرزا عبدالحق نے لگائی تھی۔

ندیم: وہ کس راستے سے بھاگا..... اور بھاگنے کی وجہ کیا تھی؟

رانا اختر: عام افواہ جو سننے میں آئی اور وہ لوگ جو آپس میں گفتگو کرتے تھے، ان سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا محمد اسلم قریشی اغوا کیس کی وجہ سے مرزا طاہر کو گرفتاری کا خطرہ تھا، اس لئے اس نے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔

ندیم: تو کیا مولانا محمد اسلم قریشی کو انہوں نے اغوا کیا تھا؟ اور کیا اس بارے میں کچھ معلومات ہیں؟

رانا اختر: مولانا اسلم قریشی کے متعلق چودھری اعظم گھمن نے قادیانی جماعت کی صوبائی میٹنگ میں کہا تھا کہ ہمارے امام نے ہمارے ذمہ جو کام لگایا وہ کر دیا۔ قدرتی بات ہے جب اعظم گھمن نے یہ مبہم سی بات کی تو مجھے جستجو پیدا ہوئی کہ وہ کیا کام تھا؟ بعد میں تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ وہ مولانا اسلم قریشی کا اغوا اور ان کا قتل تھا۔ ثابت ہوا کہ مولانا محمد اسلم قریشی کا اغوا مرزا طاہر کی ہدایت پر ہوا اور اعظم گھمن اس کا اصل کردار ہے جو اب فرار ہو چکا ہے۔

ندیم: اچھا یہ بتایئے! کہ مرزا طاہر کس رستے سے بھاگا؟

رانا اختر: مرزا طاہر ربوہ سے لالیاں اور وہاں سے نہر کے راستے جھنگ روڈ سے ہوتا ہوا ملتان پہنچا۔ ملتان میں اس نے ڈاکٹر شفیق امیر ضلع کے پاس ڈیڑھ گھنٹہ قیام کیا۔ سکھر کے قادیانی کمانڈوز مرزا طاہر کو لینے کے لئے ملتان پہنچے ہوئے تھے، وہ مرزا طاہر کو سکھر لے گئے۔ سکھر میں بھی پروگرام کے مطابق ڈیڑھ گھنٹہ قیام کیا۔ وہاں کراچی کے قادیانی کمانڈوز پہنچ گئے جو کراچی لے گئے۔ کراچی میں زرتشت منیر

باقی صفحہ ۱۲ پر

یہ بارگاہ سرور دیں صلی اللہ علیہ وسلم ہے سنبھل کے آ

بلقیس ریاض

"کچھ روز مکہ معظمہ میں قیام کرنے کے بعد ہم لوگ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ دل میں بڑی لگن لیے اور زبان پر درود شریف کا ورد تھا۔ گاڑی میں بیٹھے سبھی افراد عقیدت سے خاموش تھے

"امی جی ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے ہیں۔" ریاض نے اپنی ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"سبحان اللہ۔" وہ سڑک کے دونوں طرف عمارات دیکھ کر بولیں...... میری بہن اور بھوپی جو کہ پہلی مرتبہ آئے تھے' ان کا تجسس بڑھ رہا تھا...... پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے...... اور بے یقینی سے میں نے چاروں طرف دیکھا تو واقعی ہم مدینہ شریف میں داخل ہو چکے تھے۔

جی کرنے لگا کہ کاش ہم ان کے دور میں پیدا ہوئے ہوتے تو روز ان کی زیارت کرتے یا...... اور ان کی باتیں سنتے...... ! اپنے بچوں کو ملواتے۔ طرح طرح کی خواہشات دل سے اٹھ رہی تھیں...... چائے کی پیالی میرے ہاتھ میں ٹھنڈی ہو چکی تھی...... اور میری سوچوں کا دائرہ بڑھتا ہی جا رہا تھا......

"اگر رسول کریم ﷺ سامنے آجائیں تو......" ایک دم سے میرا سارا وجود لرز گیا...... ٹھنڈے پسینے آنے شروع ہو گئے...... پھر نہ جانے آنکھوں کے گوشے کیوں بھیگنے لگے...... چپاتاں ایک دم کود آیا اور جی مچلنے لگا...... کاش...... دیدار ہو جائے...... اس ضدی بچے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا:

"تو بہت ہی گناہ گار ہے...... اتنی بڑی بات...... کی تمنا کر بیٹھا ہے۔ پہلے اپنے اندر صلاحیت تو پیدا کر...... کاش خدا ہمیں بخش دے...... ہماری توبہ منظور کر لے...... میں سوچوں کے بھور میں پھنسی' چاند کو چھونے کی کوشش کر رہی تھی...... چاند مسکرا رہا تھا...... اس کی روشنی سے سارا جگ منور تھا......"

ہم دونوں آہستہ آہستہ چلنے لگیں...... جب ہم مسجد میں داخل ہوئیں تو لوگ نماز کے لیے نیت باندھ چکے تھے......

ہم پچھلی صفوں میں نماز کے لیے کھڑی ہو گئیں...... نماز کے دوران نور کی بارش مسلسل جاری تھی اور اس انوار کی بارش سے ذرہ ذرہ منور ہو رہا تھا۔

نماز ادا کرنے کے بعد میری ساس نے خواہش ظاہر کی کہ رسول کریم ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کی جائے۔ میں ان کے ساتھ روضہ مبارک میں داخل ہوئی۔ لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ سانس لینا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ چاروناچار ایک ستون کے ساتھ ہمیں تھوڑی سی جگہ مل گئی اور ہم دونوں نے وہاں نفل پڑھنے کی نیت باندھ لی......

نفل ادا کرنے کے بعد میں نے پیچھے گھوم کر اپنی ساس کو دیکھا جو روضہ شریف کے قریب کھڑے ہو کر دعا مانگ رہی تھی۔ میں بھی دعا مانگنے لگی۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور سوچ رہی تھی کہ یہ وہی روضہ مبارک ہے' جس کے لیے لوگ ترستے ہیں کہ کسی طرح وہاں پہنچ کر زیارت کی جائے...... اور میں اپنی خوش نصیبی پر آنسو بہا رہی تھی...... عجیب قسم کی کیفیت میرے دل میں موجزن تھی۔

سچے جذبات کا تلاطم برپا تھا...... پورا وجود لرز سا رہا تھا اور بہت رونے کو جی چاہ رہا تھا...... اشکوں کا طوفان کہیں سے امڈ آیا تھا۔"

بقیہ: قادیانیت

ہے فصلوں کی کٹائی کے دن ہیں لہذا محمد سلیمان کا وکیل عدالت آئے گا، محمد سلیمان کو حاضری سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ یہ بات عدالت نے تسلیم کر لی اور مرزائیوں کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، وہ محمد سلیمان کو ذلیل کرنا چاہتے تھے۔ عدالت میں اسلام اور قادیانیت کی بجائے باپ، بیٹے کے جھگڑے کو بنیاد بنا کر مقدمہ کرنا چاہتے تھے، پہلی ہی تاریخ پر مقدمہ نے ان کی توقع کے خلاف نیا رخ اختیار کر لیا، اب مرزائی مقدمہ سے بھاگنا چاہتے ہیں مگر ہم بھاگنے نہیں دیں گے کیونکہ محمد سلیمان کا دادا عطاء محمد ولد احمد مسلمان تھا، اس کا والد اپنے گھر سمیت مرزائی ہوا، اب محمد سلیمان مسلمان ہو گیا، زمین ٹی ڈی اے کی الاٹمنٹ ہے۔ ہمارا استدلال ہے کہ مسلمان کی وراثت از روئے شریعت مسلمان کا حق ہے۔ مرزائی چاہیں کتنا ظلم کر لیں محمد سلیمان کو اس کا شرعی اور قانونی حق مل کر رہے گا۔ (انشاء اللہ)

ختم نبوۃ

زندگی کے سارے سُکھ، صحّت اور تن دُرستی سے ہیں
He (Allah) is the healer
Tunsukh
Aloe Vera based syrup
100% Herbal — 100% Natural
ایلوویرا اور
منتخب نباتات کا
صحّت افزا مرکّب
Tunsukh
تن سُکھ سے تن دُرست
تن سُکھ جسم وجاں کو تقویت پہنچاتا ہے، نظامِ ہضم اور افعالِ جگر کی اصلاح کرتا ہے۔
ہمدرد
تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ
Adarts -HTS-12/97(R)

صراطِ مستقیم

نبوت کا عہدہ صرف مردوں کے لئے مخصوص ہے :

سورۃ مائدہ آیت نمبر ۷۵ :

ترجمہ : "مسیح ابن مریم تو صرف (خدا کے) پیغمبر تھے، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور ان کی والدہ (مریم خدا کی) ولیہ (اور سچی فرمانبردار) تھیں۔ دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم ان لوگوں کے لئے اپنی آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، پھر (یہ) دیکھو کہ یہ کدھر الٹے جارہے ہیں۔"

تشریح : یعنی جو دوسرے رسول اور پیغمبر آئے انہوں نے بھی کئی قسم کے معجزے دکھائے تو ان میں سے کسی کو خدا نہ مانا سوائے حضرت عیسیٰ کے، یہ کتنی بڑی بیوقوفی ہے۔

نبیوں کا عہدہ صرف مخصوص مردوں ہی کے لئے ہے اور کسی عورت کو نبوت نہیں ملی ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام ایک ولیہ بی بی تھیں۔ پیغمبر نہیں تھیں، ولیوں میں صدیقین کا درجہ بہت اونچا ہے اور یہی درجہ حضرت مریم علیہا السلام کا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جو شخص کھانے پینے کا محتاج ہے وہ دنیا کی تقریباً تمام چیزوں کا محتاج ہے جیسے ہوا، پانی سورج، آگ وغیرہ وغیرہ۔ خوراک کھانے کے بعد اور پیٹ میں ہضم ہونے کے بعد عام انسانوں کی طرح بقایا تمام انسانی حاجات اور ضروریات ہوں گی۔ یہ تمام چیزیں اور ضرورتیں اللہ جیسی ہستی کے لائق نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے عام انسانوں کی طرح کھانے، پینے اور دنیا کی اور بہت سی ضرورتوں کے محتاج تھے، وہ کس طرح خدا ہوسکتے ہیں؟ یہ ایک ایسی سچی اور مضبوط دلیل ہے جسے سمجھدار اور ناسمجھ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ کھانے پینے والا اور دنیا کی سب ضرورتوں کا محتاج انسان خدا کیسے ہوسکتا ہے؟

حضور ﷺ کی بعثت اتمام حجت کے لئے ہے :

سورۃ مائدہ آیت نمبر ۱۹ :

ترجمہ : "اے اہل کتاب! پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ جو (ایک عرصے تک) منقطع رہا تو (اب) تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آگئے ہیں جو تم سے (ہمارے احکام) بیان کرتے ہیں، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا ڈرانے والا نہیں آیا، سو (اب) تمہارے پاس خوشخبری سنانے والے ڈرانے والے آگئے، اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔"

تشریح : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو برس تک کوئی نبی نہیں آیا، تقریباً ساری دنیا جہالت، غفلت، وہم پرستی اور اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی انہیں ہدایت کی طرف لانے والا کوئی نہیں تھا۔ ظلم، دشمنی اور فساد عام تھا، اس وقت اللہ نے سب سے بڑے اور آخری نبی کو بھیجا تاکہ غافلوں کو غفلت سے نکالیں، انہیں ہدایت دیں اور کم ہمتوں کو خوشخبری دے کر ابھاریں اور نافرمانوں کو ڈرائیں، اس طرح ساری مخلوق پر حجت پوری ہوگئی، کوئی مانے یا نہ مانے۔ نبی کافی عرصے کے بعد تشریف لائے اور وہ تم کو اللہ کا پیغام سناتے ہیں۔ اب تم ان کو مانو یا نہ مانو یہ تمہاری مرضی ہے۔ ہاں تمہارے اس بہانے کی کوئی گنجائش نہ رہی کہ تم کو کوئی خوشخبری دینے والا یا ڈرانے والا نہیں آیا۔ اگر تم نہ مانوگے تو اللہ تمہاری جگہ تمہارے سے بہتر قوم پیدا کردے گا جو نبی کی ہدایت پر پوری طرح چلے گی۔

بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نازیبا سلوک :

سورۃ صف آیت نمبر ۵ :

ترجمہ : "اور (وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو! تم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں، تو جب ان لوگوں نے کجروی کی خدا نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کردیئے اور خدا نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

تشریح : یعنی روشن دلیلیں اور کھلے کھلے معجزات دیکھ کر تم دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں پھر سخت نازیبا اور سنجیدہ حرکتیں کرکے مجھے کیوں ستاتے ہو؟ اس طرح کا معاملہ تو کسی معمولی خیر خواہ کے ساتھ بھی نہیں ہونا چاہئے، کیا میرے دل کو ان گستاخانہ حرکات سے دکھ نہیں پہنچتا کہ کبھی بے جان بچھڑے کو پوجنے لگتے ہو اور اس کو اپنا اور موسیٰ کا خدا بتاتے ہو اور کبھی جہاد کا حکم ہوتا ہے تو جہاد کرنے سے منع کردیتے ہو اور کہتے ہو کہ تم اور تمہارا خدا جاکر لڑلو، بدی کرتے کرتے دل سخت اور سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے اور نیکی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، یہی حال ان کا ہوا، جب ہر بات میں رسول سے ضد کرتے رہے اور برابر ٹیڑھی چال چلتے رہے تو آخر مردود ہوئے اور اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کردیا کہ سیدھی بات سمجھ ہی میں نہ آئے۔

دنیا بھر کے مناظرین و مبلغین اور فتنہ قادیانیت کے خلاف کام کرنے والوں کے لئے خوشخبری

قادیانی شبہات کے جوابات

مسئلہ ختم نبوت، رفع و نزول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور کذب مرزا پر امت محمدیہ ﷺ کے علماء و اہل قلم نے گرانقدر کتب تحریر فرمائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کے حکم کی تعمیل میں ان رشحات قلم اور بکھرے ہوئے موتیوں کی آبدار مالا تیار کر دی گئی ہے۔ اس نئی ترتیب میں جدید و قدیم قادیانی اعتراضات کے جامع و مانع مسکت، دندان شکن جوابات جمع کر دیئے گئے ہیں۔

خصوصیات

الف..... عقیدۂ ختم نبوت پر قرآن و سنت اور اجماع امت کے دلائل ہیں۔

ب..... مسیلمہ کذاب سے قادیانی کذاب تک تمام بے دین و بددین افراد و جماعتوں کے جملہ اعتراضات کے جوابات میں مناظرین اسلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا سب کو جمع کر دیا گیا ہے۔

ج..... مناظر اسلام حجۃ اللہ علی الارض حضرت مولانا لال حسین اخترؒ فاتح قادیان استاذ المناظرین مولانا محمد حیاتؒ کی عمر بھر کی ریاضت و فتنہ قادیانیت سے متعلق ان کی علمی محنت کو انہی کی نوٹ بکوں کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔

د..... پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد چراغؒ، مولانا محمد سلیم دیوبندیؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا عبداللہ معمارؒ نے قادیانی شبہات کے جوابات میں جو کچھ فرمایا وہ سب اس کتاب میں سمو دیا گیا ہے۔

ھ..... مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ سے دوران تعلیم مولانا بشیر احمد فاضل پوری اور مولانا اللہ وسایا نے جو کچھ تحریری طور پر محفوظ کیا، اسی طرح مناظر اسلام فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ سے حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا خدا بخش، مولانا جمال اللہ الحسینیؒ، مولانا منظور احمد الحسینی، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی اور دیگر حضرات نے جو کچھ پڑھا، مطبوعہ یا مخطوطہ جو بھی میسر آیا موقعہ بموقعہ اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

الحمد للہ! اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے یہ ایک ایسی دستاویز تیار ہو گئی ہے جسے قادیانی شبہات کے جوابات کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ جو ختم نبوت کے مباحث پر مشتمل ہے شائع ہو گیا ہے۔ قیمت ۷۰ روپے بذریعہ ڈاک ۸۰ روپے وی پی نہ ہو گی۔

نوٹ: پہلے اس کا نام "ختم نبوت پاکٹ بک" تجویز ہوا تھا مگر اب "قادیانی شبہات کے جوابات" نام رکھا گیا ہے۔

ملنے کا پتہ: ناظم دفتر مرکزیہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان، فون: 514122